مجلس انصار اللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی مجلۃ

جلد ۱۶ نمبر ۵

انصار الدین

ستمبر و اکتوبر ۲۰۱۹ء تبوک و اخا ۱۳۹۸ ہجری شمسی محرم و صفر ۱۴۴۱ ہجری قمری

HOSTED BY THE AHMAD... MUSLIM ELDERS ASSOCIATION UK

WELCOME TO CHARITY WALK FOR PEACE



CHARITY WALK FOR PEACE 2019

SCHOOLS

The Charity Walk for Peace has become an annual event in Ahmadiyya Muslim Elders Association UKís calendar for many years. This year the event was held on Sunday 30th June 2019 in Milton Keynes (MK) starting at the MK Dons Stadium.



CWFP Abbotsbury Primary School 2018

Funfare Children Walked for Peace at Abbotsbury Primary School
With the help of over 250 participants at Abbotsbury Primary Schoolís Fun Day raised over £400 on Saturday 07 July 2018.



Christ Church School New Malden

A wonderful Charity Walk for Peace was organised by the Ahmadiyya Muslim Elders Association UK at the Christ Church School ñ New Malden on Friday 28th June 2019.











Hillbrook School Tooting

Pre-charity walk for peace programme on 17th July 2019 at Hillbrook Primary School





Sponsored Charities



CHARITY WALK FOR PEACE 2019

TESTIMONIALS



Cllr Susan Hinchcliffe
Leader - Bradford Council

CHARITY WALK FOR PEACE 2019 BRADFORD - 13 JULY 2019

It was a lovely family day with different generations of families taking part. It was also wonderful to see so many good causes represented there, all doing great work in Bradford and beyond. The Ahmadiyya community were very welcoming and hospitable on the day to all who came and I very much enjoyed being part of it.





Councillor Julie Pickering Her Worshipful the Mayor of Kingston upon Thames

CHARITY WALK FOR PEACE CHARITY RECEPTION DINNER
24 FEBRUARY 2018

I'm really supportive of the Charity Walk for Peace, not does it allow any organisation or charity to take part in it, but particularly for the Kingston charities to actually take part.

Dr. Satiya Sharma
Deputy Lord Lieutenant for Midlands

CHARITY RECEPTION BIRMINGHAM 2018 - 24 MARCH 2018

I'm turning to know that the large and small territories will be supported and to aim to be able to work and raise money is phenomenal.



Supported Charities



﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمؐ   وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ﴾

انصار الدین

جلد 16   نمبر 5   مجلس انصاراللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی مجلّہ   ستمبر و اکتوبر 2019ء

انصاراللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاءاللہ تعالیٰ آخر دم تک جدو جہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاءاللہ تعالیٰ)

فہرست مضامین

تمام انصار اپنا جائزہ لیں کہ
کیا آپ حضرت امیر المومنین
خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
کے ارشاد کے تحت جماعت احمدیہ کی
ترقیات اور احمدیوں کی حفاظت کے لئے
روزانہ دو نفل ادا کر رہے ہیں اور
ہفتہ وار نفلی روزہ کا اہتمام کر رہے ہیں؟

صدر مجلس:
ڈاکٹر چوہدری اعجاز الرحمٰن
قائد اشاعت: ضیاء الرحمٰن

مدیر: محمود احمد ملک
نائبین: صفدر حسین عباسی،
میر انجم پرویز،
حبیب الرحمٰن غوری۔

مینیجر: نعیم گلزار
ڈیزائننگ: عامر ملک

"Ansaruddin" 33 Gressenhall Road, London, SW18 5QH, United Kingdom   e-mail address: ansaruddin@ansar.org.uk

درس القرآن

اطاعت درمعروف کیا ہے؟

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ۔
قُلْ لَا تُقْسِمُوْا۔ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ۔ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

(سورۃ النور:آیت54)

ترجمہ: اور انہوں نے اللہ کی پختہ قسمیں کھائیں کہ اگر تُو انہیں حکم دے تو وہ ضرور نکل کھڑے ہوں گے۔تُو کہہ دے کہ قسمیں نہ کھاؤ۔دستور کے مطابق اطاعت (کرو) یقیناً اللہ، جو تم کرتے ہو،اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔

سیّدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس آیت سے پہلی آیات میں بھی اطاعت کا مضمون ہی چل رہا ہے۔اور مومن ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مانا۔اور اس تقویٰ کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے مقرب ٹھہرتے ہیں اور بامراد ہوجاتے ہیں۔تو اس آیت میں بھی یہ بتایا ہے کہ مومنوں کی طرح 'سنو اور اطاعت کرو' کا نمونہ دکھاؤ،قسمیں نہ کھاؤ کہ ہم یہ کردیں گے وہ کردیں گے۔حضرت مصلح موعودؓ نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ دعویٰ تو منافق بھی بہت کرتے ہیں۔اصل چیز تو یہ ہے کہ عملاً اطاعت کی جائے۔تو یہاں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے لئے فرما رہا ہے کہ جو معروف طریقہ ہے اطاعت کا،جو دستور کے مطابق اطاعت ہے وہ اطاعت کرو۔نبی نے تمہیں کوئی خلاف شریعت اور خلاف عقل حکم تو نہیں دینا۔مثلاً حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھے مان لیا ہے تو پنج وقتہ نماز کے عادی بنو،جھوٹ چھوڑ دو،کبر چھوڑ دو، لوگوں کے حق مارنے چھوڑ دو،آپس میں پیار محبت سے رہو۔تو یہ سب طاعت درمعروف کے حکم میں ہی آتا ہے۔

تو یہ کام تو کرو نہ اور کہتے پھرو کہ ہم قسم کھاتے ہیں کہ آپ جو ہمیں حکم دیں گے کریں گے۔

اسی طرح خلفاء کی طرف سے بھی مختلف وقتوں میں روحانی ترقی کے لئے مختلف تحریکات ہیں۔جیسے مساجد کو آباد کرنے کے بارے میں،اولاد کی تربیت کے بارے میں،اپنے اندر وسعت حوصلہ پیدا کرنے کے بارے میں،دعوت الی اللہ کے بارے میں یا متفرق مالی تحریکات ہیں۔تو یہی باتیں ہیں جن کی اطاعت کرنا ضروری ہے یا دوسرے لفظوں میں طاعت درمعروف کے زمرے میں آتی ہیں۔تو نبی نے یا کسی خلیفہ نے تمہارے سے خلاف احکام الٰہی اور خلاف عقل تو کام نہیں کروانے۔یہ تو نہیں کہنا کہ تم آگ میں کود جاؤ یا سمندر میں چھلانگ لگا دو۔انہوں نے تو تمہیں ہمیشہ شریعت کے مطابق ہی چلانا ہے۔''

(از خطبہ جمعہ۔ ارشاد فرمودہ 19/ستمبر2003ء۔ بمقام مسجد فضل لندن، انگلستان)

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اطاعت ہر حال میں ضروری ہے

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تنگدستی اور خوشحالی، خوشی اور ناخوشی، حق تلفی اور ترجیحی سلوک، غرض ہر حالت میں تیرے لئے حاکم وقت کے حکم کو سننا اور اطاعت کرنا واجب ہے۔

(صحیح مسلم۔ کتاب الامارۃ۔ باب وجوب طاعۃالامراء فی معصیۃٍ وتحریمھا فی المعصیۃ)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے سردار اور امیر میں کوئی ایسی بات دیکھے جو اسے پسند نہ ہو تو صبر سے کام لے کیونکہ جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھی دور ہوتا ہے وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

(صحیح البخاری۔ کتاب الفتن ۔باب قول النبی سترون بعدی امورًا تنکرونھا)

پھر حضرت عرفجہؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم ایک ہاتھ پر جمع ہو اور تمہارا ایک امیر ہو اور پھر کوئی شخص آئے اور تمہاری وحدت کی اس لاٹھی کو توڑنا چاہے تا تمہاری جماعت میں تفریق پیدا کرے تو اسے قتل کردو۔ یعنی اس سے قطع تعلق کرو اور اس کی بات نہ مانو۔ (اس کے احکامات کو بالکل سنی ان سنی کردو)۔

(صحیح مسلم۔ کتاب الامارۃ۔ با ب حکم من فرّق امر المسلمین وھومجتمع)

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت اس نکتہ پر کی کہ سنیں گے اور اطاعت کریں گے خواہ ہمیں پسند ہو یا ناپسند۔ اور یہ کہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں کسی امر کے حقدار سے جھگڑا نہیں کریں گے، حق پر قائم رہیں گے یا حق بات ہی کہیں گے اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

(صحیح مسلم۔ کتاب الامارۃ۔ باب وجوب طاعۃ الامراء فی غیرمعصیۃٍ وتحریمُھا فی المعصیۃ۔ حدیث نمبر ۴۷۶۸)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اپنا ہاتھ کھینچا وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن اس حالت میں ملے گا کہ نہ اس کے پاس کوئی دلیل ہوگی اور نہ عذر۔ اور جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے امام وقت کی بیعت نہیں کی تھی تو وہ جاہلیت اور گمراہی کی موت مرا۔

(صحیح مسلم۔ کتاب الامارۃ۔ باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین عند ظھور الفتن)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب تک عیسیٰ بن مریم جو منصف مزاج حاکم اور امام عادل ہوں گے مبعوث ہو کر نہیں آتے قیامت نہیں آئے گی۔ (جب وہ مبعوث ہوں گے تو) وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کے دستور کو ختم کریں گے اور ایسا مال تقسیم کریں گے جسے لوگ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔

(سنن ابن ماجہ۔ کتاب الفتن باب فتنہ الدجال و خروج عیسی بن مریم و خروج یاجوج و ماجوج)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: خبردار رہو کہ عیسیٰ بن مریم (مسیح موعود) اور میرے درمیان کوئی نبی یا رسول نہیں ہوگا۔ خوب سن لو کہ وہ میرے بعد امت میں میرا خلیفہ ہوگا۔ وہ ضرور دجال کو قتل کرے گا۔ صلیب کو پاش پاش کرے گا یعنی صلیبی عقیدے کو پاش پاش کردے گا اور جزیہ ختم کردے گا۔

(اس زمانہ میں جو آپ ہی کا زمانہ ہے اس کا رواج اٹھ جائے گا کیونکہ اس وقت مذہبی جنگیں نہیں ہوں گی۔ جزیہ کا رواج اُٹھ جائے گا۔)

یاد رکھو جسے بھی ان سے ملاقات کا شرف حاصل ہو وہ انہیں میرا اسلام ضرور پہنچائے۔

(المعجم الاوسط للطّبرانی۔ مَن اسمہٗ عیسیٰ۔ المعجم الصغیر للطّبرانی۔ مَن اسْمُہٗ عیسیٰ)

امام الکلام ۔ کلام الامام علیہ الصلوٰۃ والسلام

جماعت میں کون داخل ہوتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری تعلیم کو اپنا دستورالعمل قرار دیتا ہے اور اپنی ہمت اور کوشش کے موافق اس پر عمل کرتا ہے۔لیکن جو محض نام لکھا کر تعلیم کے موافق عمل نہیں کرتا تو یاد رکھے کہ خداتعالیٰ نے اس جماعت کو ایک خاص جماعت بنانے کا ارادہ کیا ہے اور کوئی آدمی جو دراصل جماعت میں نہیں ہے محض نام لکھوانے سے جماعت میں نہیں رہ سکتا۔اس پر کوئی نہ کوئی وقت ایسا آجائے گا کہ وہ الگ ہو جائے گا۔اس لئے جہاں تک ہو سکے اپنے اعمال کو اس تعلیم کے ماتحت کرو جو دی جاتی ہے۔''

وہ تعلیم کیا ہے؟ آپ فرماتے ہیں کہ:''فتنہ کی بات نہ کرو۔شر نہ کرو۔گالی پر صبر کرو۔کسی کا مقابلہ نہ کرو۔جو مقابلہ کرے اس سے سلوک اور نیکی سے پیش آؤ۔شیریں بیانی کا عمدہ نمونہ دکھلاؤ۔سچے دل سے ہر ایک حکم کی اطاعت کرو کہ خداتعالیٰ راضی ہو اور دشمن بھی جان لے کہ اب بیعت کر کے یہ شخص وہ نہیں رہا جو کہ پہلے تھا۔مقدمات میں سچی گواہی دو۔اس سلسلہ میں داخل ہونے والے کو چاہئے کہ پورے دل، پوری ہمت اور ساری جان سے راستی کا پابند ہو جاوے۔دنیا ختم ہونے پر آئی ہوئی ہے۔''

(ملفوظات۔ جدید ایڈیشن۔ جلد سوم۔ صفحہ 621-620)

آپس میں اخوت و محبت پیدا کرو اور خداتعالیٰ سے سچا تعلق پیدا کرو

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:''آپس میں اخوت اور محبت کو پیدا کرو اور درندگی اور اختلاف کو چھوڑ دو۔ہر ایک قسم کے ہزل اور تمسخر سے مطلقاً کنارہ کش ہو جاؤ کیونکہ تمسخر انسان کے دل کو صداقت سے دور کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے۔آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عزت سے پیش آؤ۔ہر ایک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دیوے۔اللہ تعالیٰ سے ایک سچی صلح پیدا کر لو اور اس کی اطاعت میں واپس آجاؤ۔......ہر ایک آپس کے جھگڑے اور جوش اور عداوت کو درمیان میں سے اٹھا دو کہ اب وہ وقت ہے کہ تم ادنیٰ باتوں سے اعراض کر کے اہم اور عظیم الشان کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔''

(ملفوظات۔ جلد اول۔ صفحہ 266 تا268)

مزید فرماتے ہیں:''ہماری جماعت کو خداتعالیٰ سے سچا تعلق ہونا چاہئے اور ان کو شکر کرنا چاہئے کہ خداتعالیٰ نے ان کو یوں ہی نہیں چھوڑا بلکہ ان کی ایمانی قوتوں کو یقین کے درجہ تک بڑھانے کے واسطے اپنی قدرت کے صدہا نشان دکھائے ہیں۔کیا کوئی تم میں سے ایسا بھی ہے جو یہ کہہ سکے کہ مَیں نے کوئی نشان نہیں دیکھا۔مَیں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ایک بھی ایسا نہیں جس کو ہماری صحبت میں رہنے کا موقع ملا ہو اور اس نے خداتعالیٰ کا تازہ بتازہ نشان اپنی آنکھ سے نہ دیکھا ہو۔

ہماری جماعت کے لئے اسی بات کی ضرورت ہے کہ ان کا ایمان بڑھے، خداتعالیٰ پر سچا یقین اور معرفت پیدا ہو، نیک اعمال میں سستی اور کسل نہ ہو کیونکہ اگر سستی ہو تو پھر وضو کرنا بھی ایک مصیبت معلوم ہوتا ہے چہ جائیکہ وہ تہجد پڑھے۔اگر اعمال صالحہ کی قوت پیدا نہ ہو اور مسابقت علی الخیرات کے لئے جوش نہ ہو تو پھر ہمارے ساتھ تعلق پیدا کرنا بے فائدہ ہے۔''

(ملفوظات۔ جدید ایڈیشن۔ جلد دوم۔ صفحہ 711-710)

فرمودات

حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللّٰہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام اور خلیفۂ وقت کے ساتھ بھائی چارہ کارشتہ قائم کرنا ضروری ہے

دسویں شرط بیعت: '' یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض لِلّٰہ باقرار طاعت درمعروف باندھ کر اس پر تاوقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔''

درج بالاشرطِ بیعت کے حوالہ سے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ارشادفرمایا:

''اس شرط میں حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام ہم سے اس بات کا عہد لے رہے ہیں کہ گوکہ اس نظام میں شامل ہوکر ایک بھائی چارے کا رشتہ مجھ سے قائم کررہے ہو کیونکہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے لیکن یہاں جومحبت اور بھائی چارے کا رشتہ قائم ہورہا ہے یہ اس سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہاں برابری کا تعلق اور رشتہ قائم نہیں ہورہا بلکہ تم اقرار کررہے ہو کہ آنے والے مسیح کو ماننے کا خدا اور رسول کا حکم ہے۔اس لئے یہ تعلق اللہ تعالیٰ کی خاطر قائم کررہا ہوں۔اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی اور اسلام کو اکناف عالم میں پہنچانے کے لئے، پھیلانے کے لئے رشتہ جوڑرہے ہیں۔اس لئے یہ تعلق اس اقرار کے ساتھ کامیاب اور پائیدار ہوسکتا ہے جب معروف باتوں میں اطاعت کا عہد بھی کرو اور پھر اس عہد کو مرتے دم تک نبھاؤ۔اور پھر یہ خیال بھی رکھو کہ یہ تعلق یہیں ٹھہر نہ جائے بلکہ اس میں ہرروز پہلے سے بڑھ کر مضبوطی آنی چاہئے اور اس میں اس قدر مضبوطی ہو اور اس کے معیار اتنے اعلیٰ ہوں کہ اس کے مقابل پر تمام دنیاوی رشتے ،تعلق، دوستیاں ہیچ ثابت ہوں۔ایسا بے مثال اور مضبوط تعلق ہو کہ اس کے مقابل پر تمام تعلق اور رشتے بے مقصد نظر آئیں۔پھر فرمایا کہ یہ خیال دل میں پیدا ہوسکتا ہے کہ رشتہ داریوں میں کبھی کچھ لو اور کچھ دو،کبھی مانو اور کبھی منواؤ کا اصول بھی چل جاتا ہے۔تو یہاں یہ واضح ہو کہ تمہارا یہ تعلق غلامانہ اور خادمانہ تعلق بھی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر ہونا چاہئے۔تم نے یہ اطاعت بغیر چون وچرا کئے کرنی ہے۔کبھی تمہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ یہ کہنے لگ جاؤ کہ یہ کام ابھی نہیں ہوسکتا، یا ابھی نہیں کرسکتا۔جب تم بیعت میں شامل ہوگئے ہو اور حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی جماعت کے نظام میں شامل ہوگئے ہو تو پھر تم نے اپنا سب کچھ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کو دے دیا اور اب تمہیں صرف ان کے احکامات کی پیروی کرنی ہے،ان کی تعلیم کی پیروی کرنی ہے۔اور آپ کے بعد چونکہ نظام خلافت قائم ہے اس لئے خلیفۂ وقت کے احکامات کی، ہدایات کی پیروی کرنا تمہارا کام ہے۔لیکن یہاں یہ خیال نہ رہے کہ خادم اور نوکر کا کام تو مجبوری ہے، خدمت کرنا ہی ہے۔خادم کبھی کبھی بڑبڑا بھی لیتے ہیں۔اس لئے ہمیشہ ذہن میں رکھو کہ خادمانہ حالت ہی ہے لیکن اس سے بڑھ کر ہے کیونکہ اللہ کی خاطر اخوت کا رشتہ بھی ہے اور اللہ کی خاطر اطاعت کا اقرار بھی ہے اور اس وجہ سے قربانی کا عہد بھی ہے۔تو قربانی کا ثواب بھی اس وقت ملتا ہے جب انسان خوشی سے قربانی کررہا ہوتا ہے۔تو یہ ایک ایسی شرط ہے جس پر آپ جتنا غور کرتے جائیں حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں ڈوبتے چلے جائیں گے اور نظام جماعت کا پابند ہوتا ہوا اپنے آپ کو پائیں گے۔''

(از خطبہ جمعہ۔ ارشاد فرمودہ 19/ستمبر2003ء۔ بمقام مسجد فضل لندن، انگلستان)

اداریہ

قرض سے نجات کا طریق

بڑھتی ہوئی سائنسی ترقی کے ساتھ ساتھ دنیا بھر میں بڑھتے ہوئے مالی بحران نے نہ صرف ہر سطح پر ایک بے چینی کو جنم دیا ہے اور ترقی یافتہ ممالک اور مضبوط معاشی حالت کی حامل اقوام کو بھی ہلا کر رکھ دیا ہے۔ بلکہ اس کا بہت زیادہ اثر ایسے عوام پر بھی پڑا ہے جو اپنی روزمرّہ ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے بھی بسا اوقات قرض لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور بعد ازاں شرائط کے مطابق وقتِ مقررہ پر قرض کی رقم ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں کیونکہ کبھی اُن کے مالی حالات میں اُن کی توقع کے مطابق بہتری پیدا نہیں ہو پاتی یا اپنی بدانتظامی کی وجہ سے ہی وہ قرض ادا نہیں کر پاتے اور نتیجۃً یہ صورتحال معاشی طور پر اور معاشرتی طور پر بھی اُن کی تکلیف میں اضافے کا باعث بنتی چلی جاتی ہے۔

قرآن کریم اور احادیث میں قرض لینے اور واپس کرنے کے بارہ میں تفصیلی احکامات بیان ہوئے ہیں۔ معاملات کو صاف رکھنے کے لئے جہاں معاہدہ تحریر میں لانے کا حکم دیا گیا ہے وہاں قرض کی رقم کو جلد ادا کرنے کی تاکید بھی ہے۔ ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ ہمارے لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے کرام کے ارشادات مشعلِ راہ ہیں۔ ذیل میں چند ایسی روایات پیش کی جارہی ہیں جن میں قرض کی ادائیگی کے معاملہ میں رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

حضرت میاں احمد دین زرگر صاحبؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں قرض کی ادائیگی کے حوالہ سے دعا کے لئے عرض کیا تو حضورؑ نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اقْضِ دَیْنِیْ وَ اَغْنِنِیْ مِنَ الْفَقْرِ۔ مَیں نے چند دن اس کو نماز میں پڑھا، خدا تعالیٰ نے قرض سے نجات دے دی۔ (سیرت احمدؑ از حضرت قدرت اللہ سنوری صاحبؓ، صفحہ 165)

اسی طرح حضرت شیخ فضل احمد بٹالویؓ نے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے حوالہ سے بیان فرمایا ہے کہ جب ایک احمدی دوست نے مالی تنگی کا ذکر کیا تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسے یہ دعا مانگنے کی نصیحت فرمائی: اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِیْ وَ اٰمِنْ رَوْعَاتِیْ۔

حضرت شیخ صاحبؓ اپنی سوانح حیات (مطبوعہ ''اصحاب احمد'' جلد سوم) میں تحریر فرماتے ہیں کہ خاکسار کی پہلی شادی اپریل 1907ء میں ہوئی تھی، اس کا سارا خرچ مجھ پر ہی تھا جس سے میں زیر بار ہو گیا۔ اس بارہ میں دعا کے لئے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ (خلیفہ اوّل) کی خدمت میں عرض کرتا رہا اور جواب مجھے ملتے رہے۔ ایک بار حضورؓ نے تحریر فرمایا: ''اگر قرض ادا کرنے کی سچی نیت ہو اور اس فکر میں آدمی لگا رہے اور جس قدر ممکن ہو اس کو ادا کرتا رہے تو خدا تعالیٰ ضرور سامان مہیا کر دیتا ہے کہ وہ ادا ہو جائے۔ توبہ استغفار اور لاحول کی کثرت کیا کریں۔ نمازوں میں عجز اور زاری سے دعائیں مانگا کریں۔'' (خط محررہ 2 مئی 1907ء از قادیان)

ایک خط کا یہ جواب ملا: ''آپ قرضہ کے لئے توبہ، استغفار، لاحول سے کام لیں اور ادا کرنے کا ارادہ کر لیں۔......''۔ (خط محررہ اگست 1907ء)

ایک دفعہ اسی قرضہ کے بارے میں اپنی گھبراہٹ کا ذکر ایک خط میں کر کے دعا کی درخواست کی تو حضورؓ نے جواباً تحریر فرمایا:

''آپ اِستغفار جس کے معنی ہیں الٰہی! میں نے غفلت کی، اس کے بدنتائج سے مجھے محفوظ رکھ اور غفلت سے بچا۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ۔ اور لاحول جس کے معنی ہیں الٰہی! تیرے فضل وکرم کے سوا کچھ نہیں بن سکتا، تُو بدی سے پھیر اور نیک بنا۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ۔ اور اَلْحَمْد شریف بلحاظ معنی۔ اور درود بایں خیال کہ الٰہی! محمد رسول ﷺ نے ہمارے لئے بڑے دکھ درد اٹھائے اور بڑی محنت سے ہم تک تیرا دین پہنچایا، الٰہی! اس کے بدلہ میں ہماری طرف سے اس پاک انسان پر خاص خاص اور عام رحمتیں اور سلام اور برکات پہنچا دے۔ آمین۔ یہ چار باتیں آپ اختیار فرماویں۔'' (خط محررہ 2 اگست 1907ء) (تاریخ احمدیت جلد چہارم، صفحہ 644)

ایک بار قرض کے حوالہ سے دعا کے لئے عرض کرنے پر حضورؓ نے جواباً تحریر فرمایا: ''آپ استغفار اور لاحول (پڑھا) کریں۔ دعا تو ہر صورت مفید ہے مگر مسلمان خود فضول خرچیاں فرماتے ہیں اور دکھ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ دعا کروں گا۔'' (خط محررہ 22 اکتوبر 1907ء)

حضرت شیخ صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ ان نصائح پر اللہ تعالیٰ نے مجھے عمل کرنے کی توفیق عطا کی اور حضورؓ کی توجہ اور دعا سے میرا قرض اتر گیا۔

حضرت جمعدار فضل الدین صاحب آف لاہور بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے 1911ء میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے ہاتھ پر قادیان حاضر ہو کر بیعت کی۔ اس سے پہلے میں غیر مقلد خیالات کا تھا۔ میں اوورسیئر تھا اور میری تنخواہ اخراجات کے لئے ناکافی تھی اس لئے ہمیشہ مقروض رہتا تھا اور اس قرضہ کو میں ان رقوم سے ادا کرتا تھا جو وقتاً فوقتاً بعض ٹھیکیدار (باوجود میرے انکار کے) مجھے بطور رشوت دے دیا کرتے تھے۔ جب میں نے بیعت کرتے وقت حضورؓ کے ہاتھ پر اقرار کیا کہ رشوت نہیں لوں گا، جھوٹ نہیں بولوں گا تو مجھے اپنے قرضہ کا خیال آیا کہ اب کس طرح اتاروں گا۔ جس روپے کو پہلے میں رشوت نہیں سمجھتا تھا اب رشوت سمجھنے لگا تھا اور ادھر قرض کا فکر تھا۔ بعض دفعہ توبہ توڑنے کے خیالات پیدا ہوئے، کبھی دل میں خواہش پیدا ہوتی تھی کہ مجھے کوئی کچھ دے اور میں اپنا قرضہ اتارلوں۔ مگر ساتھ ہی یہ خیال آتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے توبہ کی توفیق دی ہے ممکن ہے دوبارہ تجھے سچی توبہ کی توفیق نہ ملے۔ ان متضاد جذبات کا تلاطم تین ماہ تک میرے دل میں رہا۔ پھر مجھے ایک خواب کے ذریعہ اطلاع دی گئی کہ اگر تُو توبہ پر قائم رہے گا تو یہ انعامات ملیں گے۔ اور اگر توبہ توڑ دی تو گو تیری دنیا سدھر جائے گی مگر پھر توبہ نصیب نہیں ہوگی۔ اس خواب کے بعد میں نے اپنے متعلقین سے کہہ دیا کہ میری تنخواہ اس قدر ہے اور اسی میں سے مجھے چندہ وغیرہ دینا ہے۔ اور قرضہ کے متعلق فیصلہ کر لیا کہ قرض خواہوں کی طرف سے اگر مجھے قید میں بھی ڈال دیا جائے تو قید بھگت لوں گا مگر رشوت نہیں لوں گا۔ 1912ء میں مَیں دوبارہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ میں

باقی صفحہ 16 پر ملاحظہ فرمائیں

''معرفت کے پھل دینے والا درخت''...... سُوْرَۃُالْفَاتِحَہ

(شیخ محمد رفیق طاہر۔ لندن)

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سورۃ فاتحہ کے بارہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

''حق بات یہی ہے کہ سُورہٗ فاتحہ ہر علم اور معرفت پر محیط ہے۔ وہ سچائی اور معرفت کے تمام نکات پر مشتمل ہے۔ ...... فاتحہ ایک ایسا پاکیزہ درخت ہے جو ہر وقت معرفت کے پھل دیتا ہے اور حق و حکمت کے جام سے سیراب کرتا ہے۔ جب کوئی اپنے دل کے دروازہ کو اس کا نور قبول کرنے کے لئے کھول دیتا ہے تو اس کا نور اس میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس سورت کے پوشیدہ اسرار سے آگاہ ہو جاتا ہے۔''

(کرامات الصادقین صفحہ104-103)

ذیل میں حضور علیہ السلام کی ہی تحریرات پر مبنی سُورۃ الفاتحہ کی مختصر تفسیر پیش ہے۔ امید ہے کہ یہ بابرکت الفاظ قارئین کے دلوں میں اس عظیم خزانۂ معرفت کو حاصل کرنے کی طلب اور شوق میں اضافہ کا موجب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ یہ عظیم الشان اور فصیح و بلیغ سورت ہماری راہنمائی کرتے ہوئے ہمیں منزل مقصود سے ہمکنار کر دے۔ آمین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ (شروع کرتا ہوں) جو رحمان اور رحیم ہے۔

ہر کام کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی تاکید ہے۔ یہ ایک مقام عجز ہے۔ گویا اس بات کا اعتراف ہے کہ اے مولیٰ کریم! ساری برکتیں تو فقط تیرے ہی نام سے ہیں۔ اگر تیرے نام کی برکتیں شامل حال نہ ہوں تو کوئی کام بھی صحیح طور پر پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا۔ میں اس بات کا محتاج ہوں کہ میرے اس کام کی احسن پیرائے میں تکمیل کے لئے تو اس میں برکت عطا فرما۔ اپنی صفت رحمانیت کے تحت فضل فرماتے ہوئے ان امور میں بھی مدد فرما جو کہ میری عقل کے احاطہ سے باہر ہونے کی وجہ سے میرے مدّنظر نہیں ہیں۔ مگر تُو جانتا ہے کہ وہ میرے اس کام کی تکمیل کے واسطے ضروری ہیں۔ اور اے مولیٰ کریم! جو امور میرے مدّنظر ہیں ان کے لئے بھی تو کماحقّہٗ کوشش اور محنت کرنے سے میں قاصر ہوں۔ پس تو اپنی صفت رحیمیت کے تحت میری حقیر مساعی میں برکت عطا فرما۔ میری دعاؤں کو قبول فرما اور ناکامی سے بچاتے ہوئے میرے اس کام کے احسن نتائج مترتب فرما۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''غرض ہر ایک شاندار کام کے شروع میں اس مبدء فیوض کے نام سے مدد چاہنا جو کہ رحمٰن اور رحیم ہے ایک نہایت عبودیت اور نیستی کا طریقہ ہے۔''

(براھین احمدیہ صفحہ 347-346 حاشیہ نمبر11)

اَلْحَمْدُلِلّٰہ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ تمام خوبیاں، تمام صفات اور تمام محاسن اپنے انتہائی کمال کے ساتھ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات میں پائے جاتے ہیں۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہ اس بات کا اقرار ہے کہ ہر خوبی کا اصل مالک صرف خدا ہے۔ انسان لاشئے محض ہے۔ اس کی ذات کے اندر کوئی خوبی نہیں۔ سوائے اس کے کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے عکسی طور پر کوئی خوبی اس کو عطا کرے۔ اس بات پر غور کرنے سے انسان کے اندر عاجزی پیدا ہوتی ہے۔ اور جتنا انسان اپنے آپ کو بے حقیقت سمجھتا ہے یعنی اپنی حقیقت سے باخبر ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ اس اَرحم الرّاحمین کا فضل اور پیار حاصل کرتا ہے۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہ یعنی'' تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں''۔ اس بات کا سچائی کے ساتھ اقرار کرنے والا تکبر و اَنا سے نجات پا کر معرفت الٰہی حاصل کرتا ہے۔ پھر اَلْحَمْدُلِلّٰہ مقام شکر بھی ہے کہ انسان اگر اپنے اوپر ہونے والے بے شمار فضلوں اور احسانوں کو مدنظر رکھے تو شکرانے کے طور پر ''اَلْحَمْدُلِلّٰہ'' بے ساختہ زبان پر آتا ہے۔ ہر تکلیف، ہر ابتلا، عُسر، یُسر اور بیماری وغیرہ کے مواقع پر بھی مومن کا دل شکر اَلْحَمْدُلِلّٰہ سے لبریز رہتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ابتلا بھی فائدہ پہنچاتا ہے۔ گناہ بخشے جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق ہی سے صبر اور ثابت قدمی عطا ہوتی ہے۔ اور نتیجے کے طور پر انسان انعامات کا وارث قرار پاتا ہے۔ اس لئے ابتلا بھی مومن کے واسطے سراسر مقام شکر ہی ہوتا ہے۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اَلْحَمْدُلِلّٰہ۔ تمام محامد اس ذات، معبود برحق، مستجمع جمیع صفاتِ کاملہ کو ثابت ہیں جس کا نام اللہ ہے۔ پس خلاصہ مطلب اَلْحَمْدُلِلّٰہ کا یہ نکلا کہ تمام اقسام حمد کے کیا باعتبار ظاہر اور کیا باعتبار قدرتی عجائبات کے اللہ سے مخصوص ہیں اور اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔ اور جس قدر محامدِ صحیحہ اور کمالات تامہ کو عقل کسی عاقل کی سوچ سکتی ہے یا فکر کسی متفکر کا ذہن میں لاسکتا ہے وہ سب خوبیاں اللہ تعالیٰ میں موجود ہیں۔''

(براھین احمدیہ صفحہ 367-364 حاشیہ نمبر11)

رَبُّ الْعَالَمِیْن

تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا، پرورش کرنے والا، ترقی عطا کرنے والا۔ صفت رَبّ الْعَالَمِیْن کے تحت تخلیق کائنات اور انسانی پیدائش پر غور کرنے سے خدائے عزوجل کا رُعب اور جلال انسان کے دل پر اجاگر ہوتا ہے اور بے ساختہ اَللّٰہُ اَکْبَر کی صدا دل سے بلند ہوتی ہے۔ کس قدر وسیع کائنات ہے جو اس رَبُّ الْعَالَمِیْن نے تخلیق فرمائی ہے۔ ہماری زمین اتنی بڑی ہونے کے باوجود بعض دوسرے سیاروں کے مقابلہ میں محض ایک چنے کے دانے کے برابر ہے۔ سائنسدان کہتے ہیں کہ اگر بیس ارب سال تک انسان 186,000 میل فی سیکنڈ کے حساب سے محوِسفر رہے تو وہاں بھی کائنات موجود ہے۔ اس قدر وسیع کائنات میں جتنے بھی اجرام ہیں سب ایک معین نظام کے تحت اپنے اپنے دائروں میں معین

رفتاروں سے اور معین قوتوں سے سفر کر رہے ہیں۔ اور یہ سارا نظام معین اصولوں کے تحت چل رہا ہے اور معین اصولوں کے تحت وسعت پذیر ہے۔ خدا ہی ہے جس نے اس کائنات کا نقشہ سوچا اور تخلیق کیا اور وہی ہے جو اس نظام کو چلا رہا ہے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ زمین کے علاوہ بھی کہیں زندگی پائی جاتی ہے یا نہیں، لیکن زمین پر تو بہر حال موجود ہے۔ وہ رَبُّ الْعَالَمِیْن زمین پر موجود ہر ذی رُوح کی کیا احسن طریق پر ربوبیت فرماتا ہے۔ ہر ذی رُوح کو اس کی ضرورت کے مطابق اور اس کے حالات کے مطابق رزق پہنچانا اسی کا کام ہے۔ وہ رَبُّ الْعَالَمِیْن خدا نہ صرف پرورش فرماتا ہے بلکہ ہر ذی رُوح کو اس کی استعداد کے مطابق ترقی کے سامان بھی بہم پہنچاتا ہے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"ترتیب طبعی کے لحاظ سے پہلی خوبی وہ ہے جس کو سورۂ فاتحہ میں 'رَبُّ الْعَالَمِیْن' کے فقرہ میں بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ربوبیت یعنی پیدا کرنا اور کمال مطلب تک پہنچانا تمام عالموں میں جاری وساری ہے۔ یعنی عالم سماوی اور عالم ارضی اور عالمِ اجسام، عالمِ ارواح، عالمِ جواہر، عالمِ اعراض، عالمِ حیوانات، عالمِ نباتات، عالمِ جمادات اور دوسرے تمام اقسام کے عالم اس کی ربوبیت سے پرورش پا رہے ہیں۔" (ایامِ صلح صفحہ 19-18)

اَلرَّحْمٰن

بن مانگے دینے والا، بغیر عمل کے دینے والا۔ یہ خدا تعالیٰ کے وہ احسانات ہیں جن میں کسی بھی ذی رُوح کی کسی محنت یا کوشش کا دخل نہیں بلکہ یہ صرف اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ کی عطائے محض ہے۔ مثلاً انسانی ضرورت کے واسطے چاند، سورج، ستارے، نباتات و جمادات کا پیدا کرنا، بارش برسانا۔ ہر جاندار کو پیدائش سے پہلے ضروری تربیت مہیا فرمانا جیسے مُرغی کے چوزے کو دانہ چگنا اور گائے کے بچھڑے کو دودھ چوسنا، اس کی صفت رحمانیت کے تحت اس دنیا میں آنے سے پہلے سکھایا جاتا ہے۔ اسی طرح بنی نوع انسان کی اصلاح اور نجات کے واسطے کلام الٰہی کا نزول اور انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت بھی صفت رحمانیت کے تحت ہے۔ آنحضرت ﷺ کا تشریف لانا اور قرآن کریم کا نازل ہونا کیا عرب قوم کی کسی خوبی، دعا یا عمل کا نتیجہ تھا؟ نہیں! یہ صرف صفت رحمانیت کا جلوہ ہے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"اذن الٰہی سے صفت الرحمان کا فیضان انسان اور دوسرے حیوانات کو قدیم سے حکمت الٰہیہ کے اقتضا اور جوہر قابل کی قابلیت کے مطابق پہنچتا رہا ہے نہ کہ مساوی تقسیم کے طور پر اور صفت رحمانیت میں انسانوں یا حیوانوں کے قویٰ کے کسب اور عمل اور کوشش کو کوئی دخل نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا خالص احسان ہے جس سے پہلے کسی کا کچھ عمل بھی موجود نہیں ہوتا اور یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے عام رحمت ہے جس میں ناقص یا کامل شخص کی کوششوں کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔"

(اعجاز المسیح صفحہ 90)

اَلرَّحِیْم

عمل کا نتیجہ پیدا کرنے والا، بار بار رحم کرنے والا، دُعاؤں کو قبول کرنے والا، کوششوں کو با اثر کرنے والا۔ صفت رحمانیت میں جو عطا کیا جاتا ہے وہ بلا محنت، کوشش اور دعا کے ہوتا ہے۔ لیکن صفت رحیمیت انسان کی کوششوں کی بارآوری کا نام ہے۔ خدائے رحیم انسان کے ناقص اعمال کو اور اُدھوری کوششوں کو محض اپنے فضل اور رحم کے ساتھ قبول فرما کر ان کے بہتر نتائج پیدا فرماتا ہے۔ اور بعض دفعہ بہت تھوڑی کوشش کا بہت زیادہ پھل عطا فرماتا ہے۔ حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"پھر دوسرا کام اللہ تعالیٰ کا یہ ہے کہ اپنی صفتِ رحیمیت کو ظاہر کرے اور جو کچھ بندہ نے محنت اور کوشش کی ہے اس پر نیک ثمرہ مرتب کرے اور اسکی محنتوں کو ضائع ہونے سے بچا کر گوہر مراد عطا فرما دے۔ اس صفتِ ثانی کی رُو سے کہا گیا ہے کہ جو ڈھونڈتا ہے وہ پاتا ہے۔ جو مانگتا ہے اسے دیا جاتا ہے۔ جو کھٹکھٹاتا ہے اس کے واسطے کھولا جاتا ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ صفتِ رحیمیت سے کسی کی کوشش اور محنت کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔" (براھین احمدیہ جلد چھارم صفحہ347-346 حاشیہ 11)

مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْن

وہ جزا سزا کے دن کا مالک ہے۔ اچھے کام کا بدلہ اس جہان میں بھی ملتا ہے اور اگلے جہان میں بھی۔ اسی طرح برے کاموں کی سزا بھی اسی جہان میں ملنا شروع ہو جاتی ہے لیکن مدِنظر رہے کہ وہ مالک ہے جو کہ مَلِک یعنی جو بادشاہ سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ بادشاہ انصاف کا پابند ہوتا ہے لیکن مالِک بادشاہ کی طرح انصاف کرنے پر پابند اور مجبور نہیں ہوتا۔ نیکی کا اجر وہ اپنی ملکیت کی بنا پر جس قدر چاہے بڑھا کر دے سکتا ہے اور گناہوں کی سزا میں جس قدر چاہے تخفیف کر سکتا ہے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"ہر ایک بدی کی سزا دینا خدا کے اخلاق عفو اور درگزر کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ مالک ہے نہ صرف ایک مجسٹریٹ کی طرح۔ جیسا کہ اس نے قرآن شریف کی پہلی سُورت میں ہی اپنا نام مالک رکھا ہے۔ اور فرمایا کہ مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ یعنی جزا سزا کے دن کا مالک ہے اور ظاہر ہے کوئی مالک مالک نہیں کہلا سکتا جب تک دونوں پہلوؤں پر اسے اختیار نہ ہو۔ یعنی چاہے تو پکڑ لے اور چاہے تو چھوڑ دے۔"

(چشمہ معرفت صفحہ 16)

پھر فرماتے ہیں: "مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ سے یہ مراد نہیں کہ قیامت کو جزا سزا ہوگی بلکہ قرآن شریف میں بار بار اور صاف صاف بیان کیا گیا ہے کہ قیامت تو مجازات کبریٰ کا وقت ہے مگر ایک قسم کی مجازات اسی دنیا میں شروع ہے جس کی طرف آیت یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا (انفال:30) اشارہ کرتی ہے۔" (کشتی نوح صفحہ 39)

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ

تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔ عبادت کرنے یا عبد بننے کا دعویٰ بڑا مشکل دعویٰ ہے۔ ہم اپنی زبان سے تو یہی کہتے ہیں کہ اے خدا ہم تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں لیکن کیا ہم واقعی عبادت کا حق ادا کرنے والے ہیں؟ کیا واقعی عبد بننے کے تقاضے ہم سے پورے ہوتے ہیں؟ البتہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اے ربّ العالمین! اے رحمان اور رحیم! ہم تیری عبادت سنوار کر کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ تو اپنے رحم کے ساتھ ہماری کمزوریوں کو دور فرما اور اپنی جناب سے ہماری مدد فرماتے ہوئے ہمیں توفیق بخش کہ ہم تیرے عبد بن سکیں۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"چھٹی صداقت جو سورۂ فاتحہ میں مندرج ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ

نَسْتَعِیْنُ ہے جس کے معنی ہیں۔اے صاحبِ صفات کاملہ اور مبدءِ فیوض اربعہ! ہم تیری ہی پرستش کرتے ہیں۔اور ضرورتوں اور حاجتوں میں مدد بھی تجھ سے ہی چاہتے ہیں۔یعنی خالصۃً معبود ہمارا تو ہی ہے۔اور تیرے تک پہنچنے کے لئے کوئی اور دیوتا ہم اپنا ذریعہ قرار نہیں دیتے۔نہ کسی انسان کو، نہ کسی بُت کو، نہ اپنی عقل کو اور نہ اپنے علم کو کچھ حقیقت سمجھتے ہیں اور ہر بات میں تیری ذات مطلق سے مدد چاہتے ہیں۔'' (براھین احمدیہ صفحہ 445-439 حاشیہ 11)

حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اِیَّاکَ نَعْبُدُ گو انسانی فطرت کا اصل تقاضا اور منشاء ہے اور وہ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کے بغیر پورا نہیں ہوتا لیکن اِیَّاکَ نَعْبُدُ کو اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن پر مقدم کرکے یہ بتایا ہے کہ پہلے ضروری ہے کہ جہاں تک انسان کی اپنی طاقت، ہمت اور سمجھ میں ہو خدا تعالیٰ کی رضامندی کے راہوں کے اختیار کرنے میں سعی اور مجاہدہ کرے۔ اور خدا تعالیٰ کی عطا کردہ قوتوں سے پورا کام لے اور اس کے بعد خدا تعالیٰ سے اس کی تکمیل اور نتیجہ خیز ہونے کے لئے دعا کرے۔''

(الحکم 24 اکتوبر 1904ء صفحہ 2، 6 مارچ 1905ء صفحہ 5)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

''نماز میں سورۃ فاتحہ کی دعا کا تکرار نہایت مؤثر چیز ہے۔کیسی بے ذوقی اور بے مزگی ہو اس عمل کو برابر جاری رکھنا چاہیے۔یعنی کبھی تکرار آیت اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اور کبھی تکرار اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کا اور سجدہ میں یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ۔'' (الحکم 20 فروری 1898ء صفحہ 9)

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ

ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ایسا راستہ جو انسان کو کم سے کم وقت میں یقینی طور پر منزل مقصود تک پہنچا دے المستقیم کہلاتا ہے۔یہاں صراطِ مستقیم سے مراد وہ راستہ ہے جو انسان کو اس کے مقصد حیات سے ہم کنار کرے۔یعنی اسے معبود حقیقی تک پہنچا دے۔ایسا راستہ جس پر چل کر اسے معرفتِ الٰہی نصیب ہو اور وہ انعام یافتہ لوگوں میں شمار ہو جائے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''پس خلاصہ یہ ہے کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کی دعا انسان کو ہر کجی سے نجات دیتی ہے اور اس پر دین قویم کو واضح کرتی ہے اور اس کو ویران گھر سے نکال کر پھلوں اور خوشبوؤں سے بھرے باغات میں لے جاتی ہے اور جو شخص بھی اس دعا میں زیادہ آہ و زاری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو خیر و برکت میں بڑھاتا ہے۔''

(کرامات الصادقین صفحہ 94)

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔ان لوگوں کا راستہ جن پر تُو نے انعام کیا۔ ان انعام یافتہ لوگوں کا ذکر قرآن کریم میں دوسری جگہ ملتا ہے: فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ۔ (سورۃ النساء۔پارہ 5 رکوع 6)۔اس راستہ پر چل کر انسان صالح، شہید، صدیق اور نبی تک کا مقام حاصل کر سکتا ہے۔حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''ہم نماز میں یہ دعا کرتے ہیں کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔اس سے یہی مطلب ہے کہ خدا سے ہم اپنے ترقی ایمان اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے چار قسم کے نشان چار کمال کے رنگ میں چاہتے ہیں۔نبیوں کا کمال، صدیقوں کا کمال، شہیدوں کا کمال، صلحاء کا کمال۔سو نبی کا خاص کمال یہ ہے کہ خدا سے ایسا علم غیب پاوے جو بطور نشان کے ہو اور صدیق کا کمال یہ ہے کہ صدق کے خزانے پر ایسے کامل طور پر قبضہ کرلے یعنی ایسے اکمل طور پر کتاب اللہ کی سچائیاں اس کو معلوم ہو جائیں کہ وہ بوجہ خارق عادت ہونے کے نشان کی صورت پر ہوں۔اور اس صدیق کے صدق پر گواہی دے اور شہید کا کمال یہ ہے کہ مصیبتوں اور دُکھوں اور ابتلاؤں کے وقت میں ایسی قوت ایمانی اور قوت اخلاقی اور ثابت قدمی دکھلاوے کہ جو خارق عادت ہونے کی وجہ سے بطور نشان کے ہو جاوے۔اور مردِ صالح کا کمال یہ ہے کہ ایسا ہر قسم کے فساد سے دور ہو جاوے اور مجسم صلاح بن جائے کہ وہ کامل صلاحیت اس کی خارق عادت ہونے کی وجہ سے بطور نشان مانی جائے۔سو یہ چاروں قسم کے کمال جو ہم پانچ وقت خدا تعالیٰ سے نماز میں مانگتے ہیں یا دوسرے لفظوں میں ہم خدا تعالیٰ سے آسمانی نشان طلب کرتے ہیں۔اور جس میں یہ طلب نہیں اس میں ایمان بھی نہیں۔ہماری نماز کی حقیقت یہی طلب ہے جو ہم چار رنگوں میں پنج وقت خدا تعالیٰ سے چار نشان مانگتے ہیں اور اس طرح زمین پر خدا تعالیٰ کی تقدیس چاہتے ہیں۔تا ہماری زندگی انکار اور شک اور غفلت کی زندگی ہو کر زمین کو پلید نہ کرے اور ہر شخص خدا تعالیٰ کی تقدیس تبھی کر سکتا ہے جب وہ چاروں قسم کے نشان خدا تعالیٰ سے مانگتا رہے۔''

(ضمیمہ 5 تریاق القلوب صفحہ 4)

غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ

نہ ان لوگوں کے راستے پر جن پر تیرا غضب نازل ہوا۔اور نہ ان لوگوں کے راستے پر جو گمراہ ہوئے۔مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ مغضوب علیہم سے مراد یہودی اور ضالین سے مراد عیسائی ہیں۔لیکن سوال یہ ہے کہ مسلمان کو یہ دعا کیوں سکھائی گئی؟ اس بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''قرآن شریف کی پہلی ہی سُورت میں جو اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمائی ہے کہ مَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ اور ضَآلِّیْنَ لوگوں میں سے نہ بننا۔یعنی اے مسلمانو! تم یہود و نصاریٰ کے خصائل کو اختیار نہ کرنا۔اس میں بھی ایک پیشگوئی نکلتی ہے کہ بعض مسلمان ایسا کریں گے یعنی ایک زمانہ آئے گا کہ ان سے بعض یہود و نصاریٰ کے خصائل اختیار کریں گے کیونکہ حکم ہمیشہ ایسے امر کے متعلق دیا جاتا ہے جس کی خلاف ورزی کرنے والے بعض لوگ ہوتے ہیں۔''

(الحکم 31 مارچ 1901ء صفحہ 10) (ماخوذ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک پُرفکر اقتباس

''حسن خاتمہ کے لئے ہر ایک کو دعا کرنی چاہئے۔عمر کا اعتبار نہیں۔ہر شے پر اپنے دین کو مقدم رکھو۔زمانہ ایسا آگیا ہے کہ پہلے تو خیالی طور پر اندازہ عمر کا لگایا جاتا تھا مگر اب تو یہ بھی مشکل ہے۔دانشمند کو چاہئے کہ ضرور موت کا انتظام کرے۔''

(روزنامہ الفضل ربوہ 13/جنوری 1996ء)

آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہّرات کی تعلیم و تربیت

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا۔

اے اہل بیت! یقیناً اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی آلائش دور کردے اور تمہیں اچھی طرح پاک کردے۔(احزاب:34)

اس وعدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہّرات کو جو پاکیزگی اور رفعت بخشی اس میں رسول اللہ ﷺ کی بے انتہا محنت اور بے قرار دعاؤں کا بہت دخل ہے۔آپؐ جہاں اُن کے تمام مادی حقوق ادا کرتے وہاں ان کی تربیت پر بھی گہری نگاہ رکھتے۔آنحضور ﷺ کی زندگی حقوق اللہ اور حقوق العباد کے حسین توازن کا مرقع تھی۔حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضورؐ کام کاج میں گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے اور ان کی خدمت میں مشغول رہتے مگر جونہی نماز کا وقت آتا تو آپ نماز کے لئے نکل کھڑے ہوتے۔ خود آنحضرت ﷺ نے ایک مثالی گھرانے کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جو رات کو اٹھے، نماز پڑھے اور اپنی بیوی کو اٹھائے۔اگر وہ اٹھنے میں پس وپیش کرے تو اس کے منہ پر پانی چھڑکے تاکہ وہ اٹھ کھڑی ہو۔اسی طرح اللہ تعالیٰ رحم کرے اس عورت پر جو رات کو اٹھی، نماز پڑھی اور اپنے میاں کو جگایا۔اگر اس نے اٹھنے میں پس وپیش کیا تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکا تاکہ وہ اٹھ کھڑا ہو۔

رسول اللہ ﷺ پر آغاز میں حضرت خدیجہؓ اور حضرت علیؓ ہی ایمان لائے تھے کہ آپؐ نے ان کے ساتھ نماز باجماعت کی ادائیگی کا سلسلہ شروع فرمادیا اور پھر عمر بھر سفر وحضر، بیماری وصحت، امن وجنگ غرض کہ ہر حالت عسر ویسر میں اس فریضہ کی بجا آوری میں کبھی کوئی کوتاہی نہیں ہونے دی۔اور یہی مبارک عادات آپ نے اپنی دیگر ازواج میں بھی پیدا فرمائیں۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ رات کو نماز تہجد کی ادائیگی کے لئے اٹھتے اور عبادت کرتے تھے۔جب طلوع فجر میں تھوڑا سا وقت باقی رہ جاتا تو مجھے بھی جگاتے اور فرماتے تم بھی وتر ادا کرلو۔اسی طرح آپؓ فرماتی ہیں کہ رمضان کے آخری عشرہ میں تو بطور خاص آپ خود بھی کمر ہمت کس لیتے اور بیویوں کو بھی اہتمام کے ساتھ عبادت کے لئے جگاتے تھے۔

ایک رات آنحضرت ﷺ نماز تہجد کے لئے اٹھے تو وحی الٰہی کے ذریعہ سے آپؐ کو آئندہ کے فتنوں کی کچھ خبریں بتائی گئیں۔اس پر گھبراہٹ کے عالم میں آپؐ اپنی بیویوں کو نماز اور دعا کے لئے جگانے لگے اور فرمایا ان حجروں میں سونے والیوں کو جگاؤ۔اور پھر اس نصیحت کو مزید اثر انگیز بنانے کے لئے یہ پُر حکمت جملہ فرمایا کہ: دنیا میں کتنی ہی عورتیں ہیں جو ظاہری لباسوں کے لحاظ سے بہت خوش پوش ہیں مگر قیامت کے دن جب یہ لباس کام نہ آئیں گے اور صرف تقویٰ کی ضرورت ہوگی تو وہ اس لباس سے عاری ہوں گی۔

رسول اللہ ﷺ جگانے کی خاطر بعض اوقات پاؤں کا انگوٹھا پکڑ کر ہلاتے یا پانی کا چھینٹا دیتے۔حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ حضورؐ میرے حجرہ میں تہجد ادا کرتے جہاں جگہ اتنی کم تھی کہ میں حضورؐ کے سامنے لیٹی ہوتی تھی اور جب حضورؐ سجدہ کرنے لگتے تو میں پاؤں سکیڑ لیتی۔ ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ کی نماز تہجد کی کیفیت یوں بتائی کہ حضور ﷺ گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔مگر اس نماز کی لمبائی اور حسن وخوبی کے متعلق مت پوچھو۔

ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ مجھے اللہ کی ایک ایسی صفت کا علم ہے جس کا نام لے کر دعا کی جائے تو ضرور قبول ہوتی ہے۔حضرت عائشہؓ نے وفور شوق سے عرض کیا کہ پھر مجھے بھی وہ صفت بتادیں۔آپؐ نے فرمایا میرے خیال میں تمہیں بتانا مناسب نہیں۔اس پر حضرت عائشہؓ جیسے روٹھ کر ایک طرف جابیٹھیں کہ خود ہی بتائیں گے مگر جب آنحضرت ﷺ نے کچھ دیر تک نہ بتایا تو عجب شوق کے عالم میں خود اٹھیں، رسول کریمؐ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! بس مجھے ضرور وہ صفت بتائیں۔آپؐ نے فرمایا کہ دراصل اس صفت کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ سے دنیا کی کوئی چیز مانگنا درست نہیں اس لئے میں بتانا نہیں چاہتا۔تب حضرت عائشہؓ پھر روٹھ کر الگ ہوگئیں اور وضو کرکے مصلیٰ بچھا کر بآواز بلند یہ دعا کرنے لگیں کہ اے میرے مولیٰ! تجھے اپنے سارے ناموں اور صفتوں کا واسطہ۔ان صفتوں کا بھی جو مجھے معلوم ہیں اور ان کا بھی جو میں نہیں جانتی کہ تُو اپنی اس بندی کے ساتھ عفو کا سلوک فرما۔ آنحضرت ﷺ پاس بیٹھے دیکھتے اور مسکراتے جاتے اور پھر فرمایا: اے عائشہ! بیشک وہ صفت انہی صفات میں سے ہے جو تم نے شمار کرڈالیں۔

بیویوں کے دل میں توحید باری کی عظمت کے قیام کا خیال آپؐ کو بوقت وفات بھی تھا۔چنانچہ آپؐ کی آخری بیماری میں جب کسی بیوی نے حبشہ کے ایک گرجا کا ذکر کیا جو ماریہ(حضرت مریمؑ) کے نام سے موسوم تھا تو اپنی بیماری کی تکلیف دہ حالت میں بھی آپؐ نے فرمایا: 'بُرا ہوا ان یہودیوں اور عیسائیوں کا جنہوں نے اپنے نبیوں اور بزرگوں کے مزاروں کو سجدہ گاہیں بنالیا'۔ گویا بالفاظ دیگر یہ پیغام دیا کہ تم لوگ میری قبر کو شرک گاہ نہ بنادینا، میرے بعد توحید پر قائم رہنا۔

حضرت ابن عمرؓ نے ایک دفعہ حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آپ مجھے آنحضرت ﷺ کی کوئی ایسی بات بتائیں جو آپ کو بہت ہی عجیب معلوم ہوتی ہو۔اس پر حضرت عائشہؓ رو پڑیں اور لمبے وقت تک روتی رہیں اور جواب نہ دے سکیں۔پھر فرمایا کہ آپؐ کی ہر بات ہی عجیب تھی۔کس کا ذکر کروں اور کس کا ذکر نہ کروں۔ایک رات میرے ہاں باری تھی حضورؐ میرے پاس تشریف لائے۔بستر میں داخل ہوئے اور فرمایا: اے عائشہ! کیا مجھے اس بات کی اجازت دوگی کہ مَیں اپنے ربّ کی عبادت میں یہ رات گزاروں۔میں نے عرض کی: یارسول اللہ! یقیناً، مجھے تو آپؐ کا قرب پسند ہے اور آپؐ کی خوشنودی مقصود ہے۔اس پر حضور ﷺ اٹھے، مشکیزہ سے وضو کیا پھر نماز پڑھنے لگے اور قرآن کا کچھ حصہ تلاوت فرمایا۔آپکی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔پھر آپؐ بیٹھ گئے اور خدا کی حمد اور تعریف کی اور پھر رونا شروع کردیا۔پھر آپؐ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور پھر رونے لگے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ آپؐ کے آنسوؤں سے زمین تر ہوگئی اور اسی حالت میں وہ رات گزر گئی۔اور جب صبح کے وقت حضرت بلالؓ نماز کیلئے بلانے آئے تب بھی آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ رو رہے ہیں، کیا آپ کے متعلق اللہ نے یہ خوش خبری نہیں دی کہ اگلے پچھلے سب گناہ معاف کردیے گئے۔آپؐ نے فرمایا: اے بلال! کیا مَیں خدا تعالیٰ کا شکرگزار بندہ نہ بنوں۔

نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے۔حضرت حفصہؓ نے بھی اپنا خیمہ لگالیا۔اُن کی دیکھا دیکھی حضرت زینبؓ بنت جحش نے بھی خیمہ لگوالیا۔صبح آنحضور ﷺ نے کئی خیمے دیکھے تو پوچھا کہ کس کے خیمے ہیں؟۔آپؐ کو بتایا گیا کہ ازواج کے ہیں تو آپؐ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تم لوگ یہ (نقل کرنے کو) نیکی سمجھتے ہو۔پھر اس سال آپؐ نے اعتکاف رمضان میں نہیں بلکہ شوال میں فرمایا۔(باقی صفحہ 24 پر)

اصحابِ احمد رضوان اللہ علیہم کا جذبۂ دعوت و تبلیغ 2

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کی تبلیغی مساعی، قربانیوں اور میدانِ تبلیغ میں فتح و نصرت الٰہی کے ایمان افروز واقعات

(مرتّبہ: میر انجم پرویز۔ مربی سلسلہ)

دُکان تبلیغ کا اڈہ تھی

اصحاب احمد میں سے اگر کوئی ملازم تھا تو وہ اپنے دائرہ میں تبلیغ کرتا، اگر کوئی تاجر تھا تو وہ تجارت کے دوران میں تبلیغ سرانجام دیتا، اسی طرح جو صحابہ کوئی اپنا کام یا مزدوری کرتے وہ بھی اپنے کام کے دوران میں تبلیغ سرانجام دیتے تھے۔ گویا ہر کوئی مبلغ تھا۔

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحبؓ کے بڑے بھائی حضرت محمد یوسف صاحب کو اپنے خاندان میں سب سے اوّل احمدیت قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ 1894ء کے قریب انیس سال کی عمر میں احمدی ہوئے۔ آپ کی خراد کی دکان تبلیغ کا اڈہ تھی۔ حضرت محمد یوسف صاحب کی برکت سے ان کے چھوٹے بھائی حضرت حافظ ملک محمد صاحب کو 96-1895ء میں قبولِ احمدیت کی توفیق ملی۔ حضرت حافظ ملک محمد صاحب کو بھی اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کا ذوق عطا فرمایا تھا۔ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحبؓ آپ کے بارہ میں بیان کرتے ہیں: آپؓ نے 1923ء میں نصف سال تک علاقہ ملکانہ میں تبلیغ کی۔ اس عرصہ میں آپ کا کاروبار جو پٹیالہ میں تھا بگڑ گیا اور آپ درویش ہو کر پٹیالہ آ بیٹھے۔ (اصحاب احمد جلد 8)

تبلیغی شغف

حضرت منشی محمد اسمٰعیل صاحبؓ سیالکوٹی مشن سکول سیالکوٹ میں بطور استاد ملازمت کرتے تھے۔ آپؓ کے تبلیغی شغف کے بارہ میں اصحابِ احمد جلد اول میں مرقوم ہے:

''تبلیغ، جب تک بولنے کی طاقت رہی، کرتے رہتے تھے۔ 1939ء میں آپؓ نے چار ماہ تک مکیریاں ضلع ہوشیار پور اور مہت پور میں تبلیغ کی۔ ایک ہندو اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر قادیان کو سارا قرآن مجید باترجمہ اور کچھ اردو کی بخاری اور دیگر کتب پڑھائیں۔ وہ کہتا تھا کہ اقارب کی روک کی وجہ سے میں مسلمان نہیں ہوا۔ ... ایک اور ہندو اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر قادیان، جو سخت معاند تھا، آپؓ کی تبلیغ سے بہت متاثر ہوا اور ایک ہندو تھانیدار متعین قادیان کو قاعدہ اور پہلا پارہ قرآن مجید پڑھایا۔ آپؓ ہمیشہ ہی ہندوؤں اور غیر احمدیوں میں تبلیغ کرتے رہتے تھے بالخصوص قادیان کے تھانیداروں اور عملہ ریلوے سٹیشن کو۔ ... درثمین اردو کے چھوٹے سائز کے نسخے ہمیشہ اپنے پاس رکھتے اور تبلیغ کے لیے تقسیم کرتے رہتے تھے۔'' (اصحاب احمد جلد 1)

ہمیشہ تبلیغ میں مشغول رہتے

ایک صحابی حضرت میاں رمضان علی صاحبؓ کے بارہ میں روایت ہے کہ 1926ء میں ملازمت سے سبکدوش ہونے پر آپؓ نے قرآن شریف مکمل حفظ کیا اور صحاح ستہ کا مطالعہ کیا۔ آپؓ کو مسائل دینیہ خصوصاً احادیث اور کتبِ سلسلہ اور ثنائی لٹریچر پر اتنا عبور حاصل تھا کہ کسی مخالف کو آپ کے سامنے اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ آپ ہمیشہ تبلیغ میں مشغول رہتے تھے۔ وہ زمانہ بحث و مباحثہ کا تھا۔ چنانچہ آپ نہ صرف خود اس میں دلچسپی لیتے تھے بلکہ مرکز سے بھی علماء بلوا کر تقاریر کرواتے تھے۔ (اصحاب احمد جلد 10)

ہر ایک مجلس تبلیغی مہم

بعض دفعہ صحابہ بطور خاص تبلیغی مہم کے لیے نکلتے تھے، لیکن بعض صحابہ کی تو ہر مجلس ہی تبلیغی مجلس ہوتی تھی، کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ جس نور نے ان کے دلوں کو روشن کر دیا ہے اس سے ہر ایک دل کی ظلمتیں دور ہوں اور وہ پھول جس سے ان کا آنگن مہک اٹھا ہے اس کی خوشبو ہر گھر میں پہنچے۔

لطف یہ ہے کہ آدمی عام کرے بہار کو

ایک صحابی حضرت ملک مولا بخش صاحبؓ کے بارہ میں ذکر ملتا ہے کہ آپ کی غیروں کے ساتھ ہر ایک مجلس ایک تبلیغی مہم تھی۔ اس کے سوا ملاقاتوں کی اور کوئی غرض پیش نظر نہ ہوتی تھی۔ گو ایسا موقع کبھی نہیں ملا کہ تمام کام چھوڑ کر محض تبلیغ کے لیے ایک معین مدت تک نکل کھڑے ہوئے ہوں، لیکن سب غیر احمدی اور غیر مسلم دوستوں سے یہی بات چیت رہتی۔ یہاں تک کہ لوگ سمجھتے تھے کہ یہ مذہبی دیوانے ہیں اور اس کے سوا انہیں اور کوئی کام نہیں۔ دورانِ ملازمت میں وکیلوں، ججوں، ڈپٹیوں اور دوسرے لوگوں سے عموماً یہی گفتگو ہوتی رہتی گو پیچھے پڑ کر اور راہ جاتے کو تبلیغ کرنا آپؓ کو نہیں آتا تھا۔ مذہبی گفتگو میں بفضلِ خدا قریباً ہر ایک کا منہ دلائل سے بند کر دیتے تھے اور مختلف شہروں میں متعدد آدمیوں نے آپؓ کی تبلیغ سے احمدیت قبول کی۔

ڈیرہ غازی خاں کے علاقہ میں رسم ہے کہ وہاں کے باشندے حال دیتے اور لیتے ہیں۔ پھر جو کوئی حال سنائے دوسرے کو سننا پڑتا ہے۔ آپؓ عموماً پہلے حال لیتے اور بعد میں حال دینے میں یہ کہہ کر کہ میری زندگی کا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ میں احمدی ہو گیا اور اس کے دلائل یہ ہیں، احمدیت کے متعلق ہر بات انہیں سنا دیتے۔ وہ اپنے ملکی دستور کے مطابق سننے پر مجبور ہوتے۔ آپؓ کو اس بات کا بارہا تجربہ ہوا کہ خواہ کسی معاند کے اسلام یا احمدیت پر اعتراض کا جواب آپؓ کو نہ آتا ہو، وقت پر اللہ تعالیٰ ایسا جواب دل میں ڈالتا جو مُسکتِ خصم ثابت ہوتا۔ (اصحاب احمد جلد 1)

تبلیغ میں انہماک اور نئی جماعتوں کا قیام

حضرت حاجی غلام احمد صاحبؓ کی تبلیغی مساعی کا تذکرہ کچھ یوں ملتا ہے:

حاجی صاحبؓ میں ایک جوش اور درد تھا کہ جس چشمۂ رواں سے آپ فیض یاب ہوئے ہیں سب لوگ اس میں حصہ دار بنیں اور نئی روحانی زندگی انہیں حاصل ہو اور

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل کے دروازے ان پر کھلیں۔ اس جوش اور کوشش میں انہوں نے اپنے نفع نقصان کی کبھی پروا نہیں کی۔ ان کی زندگی میں علاقہ جالندھر و ہوشیار پور میں تبلیغ کا ایک خاص جوش تھا۔ کہیں مناظرات ہو رہے ہیں، کہیں جلسے ہو رہے ہیں، جگہ جگہ انفرادی تبلیغ شروع ہے، مبلغین اور علماء مرکز سے آ رہے ہیں۔ احمدیوں کے دلوں میں ایک خاص حرکت تھی اور مخالفت بھی پورے زوروں پر تھی۔ مخالف علماء بھی دور دور کے شہروں سے آتے تھے اور مخالفین کے بھی کافی جلسے ہوتے تھے۔ ہر جگہ ان کی باتوں کا نہایت معقول طور پر جواب دیا جاتا تھا۔

آپ نے جماعت کریام کو دس حصوں میں تقسیم کر کے ان کے امیر وفد مقرر کر دیے تھے۔ ہر گروہ ہفتہ میں ایک دن تبلیغ کے لیے آپؓ سے ہدایات حاصل کر کے اور لٹریچر لے کر جاتا۔ حلقہ تبلیغ اردگرد کا پانچ میل تک کا علاقہ تھا۔ واپسی پر روئیداد سنی جاتی اور اس سے مرکز کو بھی آگاہ رکھا جاتا۔ علاوہ ازیں حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک کے مطابق احباب سے سال میں ایک ایک نیا احمدی بنانے کا وعدہ بھی لیتے تھے۔ آپ نے پاپیادہ گردونواح کے علاقہ میں تبلیغ کی اور آپ کو قصبہ راہوں کے چودھری فیروز خاں صاحبؓ اور کاٹھ گڑھ کے مولوی عبدالسلام صاحب جیسے رفقائے کار بھی مل گئے۔ ان بزرگوں نے اشاعتِ حق و اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے دیوانہ وار کام کیے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اردگرد کے علاقہ میں تحصیل ہائے نواں شہر و گڑھ شنکر میں حضرت مسیح موعودؑ کے عہدِ مبارک میں ہی کریام، راہوں، کاٹھ گڑھ، سڑوعہ، لنگڑوعہ، کریم پور، بنگہ، پنام، مکند پور، بکھلور اور ککیری وغیرہ مقامات پر جماعتیں قائم ہو گئیں۔ (اصحاب احمد جلد 10)

اعلائے کلمۃ اللہ میں انہماک اور تقاریر و مناظرات

حضرت مولوی غلام رسول راجیکی صاحبؓ بیعت کے بعد تبلیغ میں ہمہ تن مشغول ہو گئے، جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کے اقارب میں سے آپ کے تایا حضرت میاں علم الدین صاحب مرحوم اور چچا حضرت حافظ نظام الدین صاحب مرحوم اور ان کے بیٹے میاں غلام علی صاحب مرحوم صدر جماعت سعد اللہ پور کو نہ صرف احمدیت بلکہ صحابیت نصیب ہوئی۔

غیر احمدی اور غیر مبائع علماء، آریہ پنڈتوں اور پادریوں سے آپ کے بارہا مناظرات ہوئے، جن میں بہ برکت حضرت مسیح موعود علیہ السلام الٰہی تائید سے آپ کو کامیابی ہوتی رہی اور سینکڑوں افراد کو قبولِ حق کی توفیق ملی۔ یہ کامیابیاں ظاہری علم کی وجہ سے نہیں تھیں اور نہ ہی حضرت مولانا صاحبؓ اپنے ساتھ کتب کے صندوق رکھنے کے عادی تھے۔ دعاؤں کی تاثیرات اور علم لدنی کی برکت سے اللہ تعالیٰ کا فضل نازل ہوتا تھا اور عجیب رنگ میں کرشمہ نمائی کرتا تھا اور مخالفین عاجز آ جاتے تھے۔ (اصحاب احمد جلد 8)

ہر طرف تبلیغ کا شور

حضرت شیخ فضل احمد صاحبؓ بٹالوی جانبازی کی حد تک تبلیغ کے شائق تھے۔ خصوصاً بنوں اور لاہور میں اس بارے میں خاص مساعی کیں۔ اپنے انگریز افسران اور مسلم، ہندو وغیرہ عوام کو بھی پیغامِ احمدیت پہنچانے کا شغف تھا۔ لاہور میں آپ سیکرٹری تبلیغ بھی مقرر رہے۔ آپؓ بیان فرماتے ہیں:

بنوں میں ہم دفتر جاتے ہوئے سلسلہ کے ٹریکٹ اپنے ساتھ لے جاتے اور انگریز، پٹھانوں، مسلمانوں اور ہندوؤں میں تقسیم کرتے تھے۔ بنوں میں جب ہر طرف یہ شور اُٹھا کہ مرزائی یہاں تبلیغ کر رہے ہیں تو میں نے حضرت (مصلح موعود) کے حضور عریضہ لکھا کہ حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ اور کسی اَور مبلغ کو بھجوائیں۔ حضورؓ نے درخواست کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے حضرت حافظ صاحبؓ اور حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کو بنوں بھجوا دیا۔ دونوں بزرگوں نے خوب تبلیغ کی اور سارے علاقہ میں شور پڑ گیا۔ غرض اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ سے یہ کام کرایا جبکہ اس زمانہ میں صوبہ سرحد میں تبلیغ احمدیت کرنا بڑا مشکل کام تھا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ

(اصحاب احمد جلد 3)

صحابیات کی تبلیغی مساعی

صحابیات بھی تبلیغ کے میدان میں اپنی اپنی بساط کے مطابق اپنا حصہ ڈالتی تھیں۔ حضرت امۃ الرحمٰن بنت حضرت قاضی ضیاء الدین کے بارہ میں روایت ہے کہ تبلیغ کا انہیں جنون تھا۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ کی ''جھوک مہدی والی'' اور مولوی دلپذیر صاحب بھیروی کی پنجابی کی تبلیغی نظمیں عورتوں کو سنا سنا کر سمجھاتیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان میں تاثیر بھی رکھی تھی۔ بہت سی عورتیں ان کے ذریعہ احمدی ہوئیں۔ مشرقی افریقہ میں اپنی بیٹی (اہلیہ محترم قاضی عبدالسلام صاحب) کی ملاقات کے لیے تین بار گئیں۔ نیروبی میں دو احمدی مخلص دوستوں کی بیٹیاں احمدی نہ تھیں بلکہ کسی صورت میں احمدیت قبول نہ کرتی تھیں۔ وہ مرحومہ کی تبلیغ سے احمدی ہو گئیں۔

ایک دفعہ موضع جنڈیالہ (ضلع گوجرانوالہ) میں برادری میں سے ایک رشتہ دار عظیم خاں کی ملاقات کے لیے گئیں۔ تبلیغی گفتگو شروع ہو گئی۔ رات کا وقت تھا اور بادل اُمڈے ہوئے تھے۔ موسم سرما تھا اور بارشیں ہوتی تھیں۔ عظیم خان نے تبلیغ سے تنگ آ کر کہا کہ اخبار میں موسم کی خبروں میں مَیں نے پڑھا ہے کہ کل بارش ہوگی۔ میں کہتا ہوں کہ اگر مرزا صاحب سچے ہیں تو کل بارش نہ ہو۔ اگر ایسا ہو گیا تو میں احمدی ہو جاؤں گا۔ آپ نے کہا منظور ہے۔ گھر کے سب لوگ تو لحاف اوڑھ کر سو گئے، لیکن آپ نے چارپائی پر ہی نوافل اور دعائیں شروع کر دیں۔ بہت رات گزر گئی تو سوئیں۔ صبح ہوئی تو عظیم خاں کی بیوی بولی۔ خاں صاحب اٹھیے۔ باہر نکل کر تو دیکھیے آسمان پر تارے نکلے ہوئے ہیں اور بادل کا نام و نشان نہیں۔ عظیم خاں سخت شرمندہ ہوا۔ لحاف میں سے نہ نکلتا تھا، مگر بدقسمتی سمجھیے کہ منہ مانگا نشان دیکھ کر بھی فائدہ نہ اٹھایا اور ٹال مٹول کر گیا۔ (اصحاب احمد جلد 6)

''میرے شاگرد ہمیشہ تبلیغ کرتے رہیں''

اصحابِ احمد نہ صرف خود جذبۂ تبلیغ سے سرشار تھے، بلکہ وہ چاہتے تھے کہ ان کے بعد بھی سلسلۂ تبلیغ جاری رہے۔ یہی انہوں نے اپنے شاگردوں اور آئندہ نسلوں کو سکھایا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ کے بارہ میں روایت ہے کہ آپؓ نہ صرف خود کامیاب مبلغ تھے، بلکہ مبلغ گر بھی تھے۔ قادیان میں جو سب سے پہلی باقاعدہ تبلیغی کلاس کھولی گئی اس کے آپ پہلے استاد مقرر ہوئے۔ آپ کو تبلیغ کا کس قدر شوق تھا اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ وفات سے چند منٹ قبل آپ نے اپنے موجود شاگردوں کو بلا کر فرمایا: ''میرے شاگرد ہمیشہ تبلیغ کرتے رہیں۔'' (الفضل 28 جون 1929ء)

انسان جب دیکھتا ہے کہ اب وہ اس دنیا سے رخصت ہو رہا ہے تو وہ اپنے بیوی بچوں اور عزیزوں کو ضروری نصائح کرتا ہے، ایک دوسرے کا خیال رکھنے کی ہدایت دیتا ہے، لیکن حضرت حافظ صاحبؓ کو موت کے قریب ترین وقت میں بھی اگر کسی چیز کی فکر تھی تو وہ تبلیغ تھی اور اسی بات کی اپنے شاگردوں کو نصیحت فرمائی۔

ایک اور نذیر آ گیا

حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحبؓ سابق مہر سنگھ تحریر کرتے ہیں کہ میرے بیٹے بشارت احمد کی وفات کے بعد اس کی والدہ نے ایک خواب دیکھی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی اور کچھ چندہ دیا۔ خواب یہ تھی کہ کوئی زور سے پکارتا ہے کہ پہلے بچے کی وفات پر غم نہ کر، تمہیں خدا تعالیٰ دوسرا لڑکا دے گا، اس کا نام نذیر احمد رکھنا۔ حضورؑ نے فرمایا کہ جب لڑکا پیدا ہو تو میرے پاس لانا۔ چنانچہ 2/اکتوبر 1906ء کو لڑکا (ڈاکٹر) نذیر احمد پیدا ہوا، وہ حضورؑ کی خدمت میں لے گئیں اور خواب بھی سنائی۔ حضورؑ نے لڑکے کو گود میں لیا اور پیار کیا اور فرمایا:

”ایک نذیر تو دنیا سے سنبھالا نہیں جاتا، ایک اور نذیر آ گیا۔“ (اصحاب احمد جلد 7)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ ارشاد حضرت ڈاکٹر نذیر احمد صاحبؓ کے بارہ میں اس رنگ میں پورا ہوا کہ ڈاکٹر صاحبؓ جہاں بھی گئے خوب تبلیغ کی۔ آپ نے کئی عرب ممالک اور افریقہ میں تبلیغ کی اور بہت سے لوگوں کی ہدایت کا موجب ہوئے۔ تبلیغ میں فرشتے آسمان سے ان کی مدد کرتے تھے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک دفعہ تقریر میں فرمایا:

ڈاکٹر نذیر احمد کا اخلاص اس قدر ہے کہ تبلیغ میں فرشتے آسمان سے ان کی مدد کرتے ہیں۔ مجھے ابی سینیا (حبشہ) سے جو خط آتے ہیں ان میں بسا اوقات لکھا ہوتا ہے کہ ہمیں خواب میں بتایا جاتا ہے کہ ڈاکٹر نذیر احمد کے پاس جا کر احمدیت اور دینی مسائل کی صداقت کا پتا کرو۔ ایک عرب جب میری طرف سے دی گئی حضرت اقدسؑ کی ایک عربی کتاب اپنے گھر پر پڑھتے پڑھتے سو گیا تو خواب میں ایک فرشتے نے کہا کہ: آمِنْ وَلَا تَشُکَّ کہ ایمان لے آؤ اور شک نہ کرو۔ ایک شخص کو تبلیغ کی، وہ دوسرے شہر کو چلا گیا۔ واپس آنے پر اس نے سنایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ ایک ستارہ آسمان سے اترا، نیچے آتے ہوئے سورج کی طرح بہت روشن ہو گیا۔ بہت لوگ اس کے گرد جمع ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگ بولے کہ یہ وہی روشن سورج ہے، جس کی طرف تم کو ڈاکٹر نذیر احمد نے کل توجہ دلائی تھی۔ ایک عورت نے جس کی آنکھ کا میں نے آپریشن کیا تھا، خواب دیکھا کہ گھوڑے پر سوار حضرت مسیح موعودؑ ہیں اور دوسرے گھوڑے پر میں ہوں۔ تلوار حضرت اقدسؑ کے ہاتھ میں ہے اور دنیا حضور کے پیچھے ہے۔ ایک عرب نے دیکھا کہ سبز جھنڈا جس پر کلمہ طیبہ مرقوم ہے حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ میں ہے اور ساتھ ہی میں بھی ہوں۔ لوگ جمِ غفیر کی شکل میں حضور کے پیچھے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ حضرت اقدسؑ کے ساتھ خواب میں مجھے بھی دیکھتے ہیں اس لیے ان کو یقین ہو جاتا ہے کہ میں جو کچھ ان سے کہتا ہوں صحیح و درست ہے۔“ (اصحاب احمد جلد 7)

کئی مبلغوں کی زندگی بھر کے کام سے زیادہ تبلیغ

مکرم میاں عطاء اللہ صاحب ایڈووکیٹ حضرت حاجی غلام احمد صاحبؓ کے بارہ میں رقمطراز ہیں کہ تبلیغ کا آپ کو جنون تھا۔ مجھے ان کے خلوص دل کی یہ علامت بہت پسند تھی کہ آپ صرف دین کی تبلیغ ہی نہیں کرتے تھے بلکہ ہر وہ مفید بات، جو انہیں معلوم ہو اور جس سے مخلوق کا بھلا ہو، دوسروں کو بھی ضرور بتاتے تھے۔ اگر کسی بیماری کی کوئی مفید دوا معلوم ہوتی تو فوراً دوسروں کو بتا دیتے۔ مرحوم دبلے پتلے جسم کے تھے لیکن تبلیغ کے لیے پیدل بیس بیس پچیس پچیس میل چلے جاتے اور کبھی تھکان محسوس نہ کرتے۔ جالندھر اور ہوشیار پور کے اضلاع میں مبلغین کا دورہ خواہ کتنا ہی لمبی دیر کا ہو اور کتنے ہی لمبے فاصلہ کا ہو، مرحوم ضرور ساتھ ہوتے۔ علاقہ میں جہاں میلہ ہو وہاں احمدیوں کو ٹریکٹ دے کر بھجوا دیتے اور بعض اوقات خود بھی تشریف لے جاتے۔ میں بلا خوفِ تردید کہہ سکتا ہوں کہ اگر کئی مبلغوں کی زندگی بھر کے کام کو جمع کیا جائے تو وہ کام مرحوم کے کام کے برابر نہیں ہو گا۔ آپ کبھی کوئی موقع تبلیغ کا ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ اسٹیشن پر سے گزر رہے ہیں اور گاڑی آ گئی ہے تو آپ وہاں ٹریکٹ تقسیم فرما دیتے۔ (اصحاب احمد جلد 10)

تبلیغ کے لیے قربانی اور ایثار

حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ کی نظر کمزور تھی، صحت بھی اچھی نہ تھی، جسم بھی فربہ تھا، مگر اس کے باوجود تبلیغ کے سلسلہ میں تمام ہندوستان کے طوفانی دورے کیے اور کبھی ان سفروں کی وجہ سے کسی تکلیف کا اظہار نہ کیا۔ آپ سفروں میں نہایت جفاکش تھے۔ سفر میں کسی دوسرے پر اپنا بوجھ نہیں ڈالتے تھے، ہاں دوسروں کا بوجھ بٹانے کے لیے ہر دم مستعد رہتے تھے اور جب کسی سفر میں تبلیغی وفد یا قافلہ کے امیر ہوتے تو آپ نے ہمیشہ اپنے رفقاء کے آرام کا خیال رکھا اور اپنی سہولت پر ان کے آرام کو مقدم رکھا۔ آپ کے عمل میں صحیح خادمانہ کیفیت پائی جاتی تھی۔

(حضرت حافظ روشن علی صاحب، تالیف سلطان احمد)

اسیری میں بھی تبلیغ کو جاری رکھنا

حضرت چودھری فتح محمد سیال صاحبؓ کی زندگی کا نمایاں وصف تبلیغ تھا۔ آپ مجسم دعوت و تبلیغ تھے۔ آپ کو نہ دھوپ کی پروا تھی، نہ بارش کی، نہ بھوک اور پیاس کی، بس ایک ہی لگن اور شوق تھا اور وہ یہ کہ تبلیغ کی جائے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو جماعت میں شامل کیا جائے۔ اس سلسلہ میں چودھری صاحب نے بہت کام کیا اور کئی ایک جماعتیں قائم کیں۔ چونکہ آپ ناظر اصلاح وارشاد بھی تھے اس لیے خود بھی مختلف جماعتوں کے دورے کرتے اور لوگوں کو تبلیغ کے میدان میں اترنے کی تحریک فرماتے۔ اسی سلسلہ میں آپ نے مختلف مقامات پر متعدد لیکچرز بھی دیے۔ آپ کو تبلیغ کا اتنا شغف تھا کہ کوئی موقع ضائع نہ کرتے۔ 21/ستمبر 1947ء کو ایک جھوٹے قتل کے الزام میں آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور بعض دوستوں کے ساتھ آپ کو قید و بند کی مشکلات سے گزرنا پڑا۔ اس دورِ اسیری میں بھی آپؓ نے تبلیغ کے کام کو جاری رکھا اور جیل میں بھی کئی بیعتیں کروائیں۔ ایک دفعہ ایک شخص کے بارہ میں سب نے فیصلہ کیا کہ وہ کبھی شرارت سے باز نہیں آتا اس لیے اس کو کوئی منہ نہ لگائے۔ حضرت چودھری صاحب نے فرمایا: نہیں، ایک کام تم سب اپنے ذمہ لے لو، تم دعا کرو اور میں اس کو تبلیغ کرتا ہوں۔ یا تم اس کو تبلیغ کرو، میں اس کے لیے دعا کرتا ہوں۔ اس طرح اس کو چھوڑنا مناسب نہیں۔ اس پر اتمام حجت کر کے چھوڑو۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین تھا۔ بارہا تبلیغ کرنے کے لیے چودھری صاحب متعدی بیماروں میں جا بیٹھتے کہ جن سے بیماری پھیلنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ آپ

انہیں تبلیغ کرتے۔ جب لوگ آپ کو منع کرتے تو فرماتے بیماری میں آدمی کا دل نرم ہوتا ہے اور جہاں تک بیماری کا تعلق ہے کیا اللہ تعالیٰ مجھے اس بیماری میں مبتلا کر دے گا؟ بے فکر رہیں۔ جیل کے قیام کے دوران آپ کے ذریعہ پچاس لوگ احمدیت میں داخل ہوئے۔ (حضرت چودھری فتح محمد سیال صاحب، تالیف عطاء الوحید باجوہ صاحب)

عین گولہ باری کے نیچے تبلیغ کی

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ اور حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحبؓ کو حضرت مصلح موعودؓ نے بلاد عربیہ میں بطور مبلغ بھجوایا جنہوں نے انتہائی مشکل حالات میں وہاں تبلیغ کے فرائض بخوبی انجام دیے۔ ان دونوں بزرگان کی تبلیغی خدمات اور قربانیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:

جنگ کے زمانہ میں... ہمارے شام کے مبلغین نے... تبلیغ کو جاری رکھا اور وقت کو خطرات کی وجہ سے ضائع نہیں کیا۔ پہلی خوبی تو ان کی یہ ہے کہ انہوں نے حالات کے اس قدر خطرناک ہو جانے پر یہ نہ کہا کہ ہمیں تبلیغ کے لیے بھیجا گیا تھا نہ کہ میدان جنگ میں رہنے کے لیے، اس لیے ہمیں واپس بلا لیا جائے... اس سے بھی بڑھ کر ان کی خوبی یہ تھی کہ صبح کسی کے گھر ڈاکا پڑتا، باغی مال واسباب لُوٹ کر اور اکثر قتل کر کے چلے جاتے اور شام کو ہمارے مبلغ اس گھر کے لوگوں کو تبلیغ کرنے کے لیے ان کے ہاں پہنچ جاتے... ایسے موقع پر تبلیغ کرنا اور بھی جرأت اور دلیری کا کام ہے۔ اس کے لیے ہمارے دونوں مبلغ قابل تعریف ہیں۔ انہوں نے وہ کام کیا ہے جو ایسے حالات میں اور بہت سے لوگ نہ کر سکتے... میرے نزدیک علاوہ اس اخلاص کے اظہار کے جو شام کے مبلغین نے کیا اور عین گولہ باری کے نیچے تبلیغ کی، اس پر ہمارے دشمن بھی حیران ہیں۔'' (الفضل قادیان، 18 جون 1926ء)

جنگ کے دوران تبلیغ جاری رکھنا

حضرت قاضی محمد عبد اللہ صاحبؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور 1907ء میں زندگی وقف کرنے اور پھر بعد میں کم و بیش پانچ سال تک انگلستان میں تبلیغ کرنے کی توفیق ملی۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی رپورٹ مرسلہ 2 رمئی 1918ء سے ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوگا کہ کس طرح پہلی جنگ عظیم میں گرانی وغیرہ کا بھی مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ حضرت مفتی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں: ''میرے رفیق قاضی عبد اللہ صاحب اس موسم سرما میں نہ صرف سردی کی تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے بلکہ خوفناک ہوائی حملوں کے نیچے سر دیے صبر کے ساتھ لنڈن میں جمے رہے اور اپنے تبلیغی کام میں مصروف رہے... قاضی صاحب نے اس عرصہ میں کئی لیکچر دیے۔ بعض لوگوں کے ساتھ مباحثات کیے۔ سائلین کے خطوط کے جواب لکھے اور مکان پر آنے والوں کو تبلیغ کی اور مناسب خاطر داری کی۔'' (اصحاب احمد جلد 6)

تکفیر کے باوجود تبلیغ جاری رکھی

حضرت مولوی غلام رسول راجیکی صاحبؓ کے بارہ میں ذکر ملتا ہے کہ 1897ء میں آپ بیعت کرتے ہی اعلائے کلمۃ اللہ کے کام میں مصروف ہو گئے اور 1899ء میں مسجد رحیمیہ لاہور میں نصف سال تک تعلیم کے لیے داخل ہوئے۔ اس کے بعد پھر آپ وطن میں جا کر تبلیغ میں ہمہ تن مشغول ہو گئے اور مخالفین نے علماء کو بلوا کر آپ پر کفر کا فتویٰ لگوا دیا، لیکن آپ نے تبلیغ جاری رکھی۔ (اصحاب احمد جلد 8)

خطرناک حالات میں تبلیغ

حضرت شیخ فضل احمد صاحبؓ بٹالوی بیان کرتے ہیں کہ لکی مروت کے ایک شریف الطبع مولوی بنّوں تشریف لائے۔ کسی نے ان کے پاس شکایت کی کہ یہاں ایک مرزائی بابو آیا ہوا ہے، جس کی وجہ سے بعض لوگ احمدی ہو رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اس کو میرے پاس لاؤ، میں اس سے بات کروں گا۔ مَیں نے سنا تھا کہ یہ مولوی صاحب حضرت سید عبد اللطیف صاحب شہیدؓ کے خاص دوستوں میں سے تھے اور جب وہ آپ کے وطن خوست گئے تھے تو حضرت ممدوحؓ نے ان کو چار صد روپیہ کی قیمت کا گھوڑا بطور تحفہ دیا تھا۔ مکرم عبد الکریم صاحب سیکرٹری تبلیغ، جو ان دنوں ہماری کور میں ملازم تھے، رات کے دس بجے کے بعد مجھے بیدار کر کے یہ بتا کر لے گئے کہ فلاں مکان میں بہت سے پٹھان مولوی جمع ہیں اور آپ کو بحث کے لیے بلا رہے ہیں۔ ہم پہنچے تو دیکھا کہ ایک بڑی ڈیوڑھی میں بڑی بڑی چارپائیوں پر بڑے بڑے پٹھان مولوی بیٹھے ہیں۔ ان مولوی صاحب نے، جو میانہ قد شکیل اور شریف نظر آتے تھے، مجھے اپنے پاس جگہ دی اور رسمی گفتگو کے بعد پوچھا کہ ہم لوگ کیا کہتے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ مرزا صاحبؑ نے ہمیں بتلایا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے ہیں۔ کہنے لگا کوئی دلیل؟ مَیں نے غالباً یہ آیت فلمّا توفّیتنی پڑھ کر اس کی تفسیر بیان کی۔ فرمایا اور دلیل؟ میں نے ایک اور آیت پڑھ دی۔ پھر کہا کوئی اور؟ مَیں نے ایک اور آیت پڑھ کر تفسیر شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے خوب تبلیغ کرنے کی توفیق بخشی، جس پر مَیں بھی اور میرے ساتھی بھی متعجب تھے۔ جب رات بہت گزر گئی تو میں نے کہا کہ میں ایک عقلی دلیل دیتا ہوں کہ اگر یہ کہا جائے کہ جب تک پہلا جرنیل، جو ابھی تبدیل ہوا ہے، نہ بلایا جائے اس علاقہ کا انتظام نہیں ہو سکتا اور سب کام خراب ہو جائے گا تو کیا موجودہ جرنیل کی کوئی عزت باقی رہے گی؟ خدا جانے کس طرح مولوی صاحب کے منہ سے نکل گیا۔ نہ سہی، نہ رہے۔ اس پر لوگوں نے مجھے کہا کہ اب آپ جائیں اور وہ پٹھان سخت شرمندگی محسوس کرنے لگے کہ مولوی صاحب نے یہ کیا کہہ دیا ہے۔ مَیں اور میرے ساتھی وہاں سے چلے آئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ تبلیغ کی توفیق ملی، حالانکہ موقع بڑا خطرناک تھا۔ یہ لوگ ہمیں مار بھی ڈالتے تو کوئی گواہ نہ ملتا اور نہ مقدمہ ہو سکتا۔ (اصحاب احمد جلد 3)

امراض و آلام کا شکار مبلغ

حضرت مولوی غلام رسول راجیکی صاحبؓ اپنی زندگی کے اکثر حصہ میں اعصابی امراض کا شکار رہے، لیکن باوجود شدید تکلیف کے آپ نے کبھی شکوہ کا لفظ زبان پر نہ لائے اور صبر و تسلیم کے رنگ میں ہر وقت دینی امور کی انجام دہی کے لیے مستعد رہے۔ آپ نے سالہا سال تک مسجد اقصیٰ قادیان میں رمضان المبارک میں درس دیا۔ کئی دفعہ شدید دماغی محنت کے باعث اعصابی دورہ کا حملہ ہو جاتا اور آپ کی آنکھوں اور چہرہ پر تشنج کی کھچاوٹ پیدا ہو جاتی لیکن آپ ایسی حالت میں بھی درس القرآن میں مصروف رہتے۔ بعض دوست ہمدردی کے باعث آرام کا مشورہ دیتے تو آپ پنجابی زبان کی کہاوت بیان کرتے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر گڑ کھاتے ہوئے کسی کی موت واقع ہو تو ہونے دو اور فرماتے کہ اگر میری موت کلامِ الٰہی سناتے ہوئے واقع ہو جائے تو اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہوگی۔ ایسی اعصابی بیماریوں میں آپ نے دور دراز کے سفر کیے اور نامساعد حالات میں تبلیغی مہمیں

اختیار کیں اور ان تکالیف کو نہایت خندہ پیشانی اور صبر سے برداشت کیا۔ چنانچہ اس بارہ میں مکرم شیخ محمود احمد صاحب عرفانی کا ذیل کا مضمون قابلِ مطالعہ ہے۔

''اب ہم ایک ایسے مبلغ کا ذکر سناتے ہیں جو صبر کے لحاظ سے اس زمانہ کا ایوب ہے۔ 1919ء کا واقعہ ہے کہ خاکسار کو ایک مبلغ کے ساتھ تبلیغی سفر کرنا پڑا۔ یہ سفر بہت طول طویل تھا۔ میں اس وقت ایک ناتجربہ کار نوجوان تھا۔ میرا ساتھی ایک عالم فاضل اور متقی اور باخدا انسان تھا۔ راستے میں دہلی کے اسٹیشن پر میرے ساتھی کو اعصابی دورے شروع ہو گئے۔ مجھ سے ان کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ ان کے پٹھے کھنچ جاتے تھے اور کبھی یہ عصبی درد سر اور گردن اور پٹھوں پر ہوتا اور کبھی جبڑوں کے پٹھوں پر، کبھی کندھے اور بازو پر اور کبھی کسی اور جگہ میں۔ میں حیران تھا کہ ایسی حالت میں یہ تبلیغ کیا کریں گے؟

......رات کے دس بجے کے قریب کانپور پہنچے۔ مولانا کو شدید بخار ہو گیا تھا۔ رات کو خان بہادر محمد حسین صاحب جج کی کوٹھی تلاش کی مگر نہ ملی۔ پریشان ہو کر ایک سرائے میں پناہ گزین ہوئے۔ گرمی کا موسم تھا۔ سرائے کے لوگوں سے اندیشہ تھا کہ چوری نہ کریں، اس لیے کمرے کے اندر رات گزاری۔ مچھروں نے بری طرح کاٹا۔ ادھر مولانا کو شدت بخار سے ہوش نہ رہا۔ صبح بمشکل کوٹھی کا پتا ملا اور ٹانگے پر وہاں گئے۔ اس بیماری کی حالت میں کوٹھی پر لوگ ملنے آئے۔ ہمارا مبلغ اعصابی دردوں کی پروانہ کرتے ہوئے تبلیغ کرتا رہتا۔ کبھی پگڑی سے سر اور منہ کو باندھتا اور کبھی ٹانگوں پر پگڑی باندھتا اور کبھی بازوؤں پر۔

انہی دنوں اہلِ حدیث کانفرنس کانپور میں ہو رہی تھی۔ مولوی ثناء اللہ صاحب بھی وہاں موجود تھے اور مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی بھی تھے۔ کانفرنس میں ثناء اللہ نے ہمارے سلسلے کو چیلنج دیا اور ہمارے مبلغ کا نام لے کر چیلنج دیا۔ میں نے کہا کہ وقت دو تا کہ میں ان کو لے آؤں۔ مولوی ثناء اللہ نے آدھ گھنٹہ کا وقت دیا جو کافی نہ تھا۔ اس دن ٹانگے والوں کی ہڑتال تھی مگر خدا کی قدرت کہ میں جب پنڈال سے نکلا تو ایک یکہ کھڑا تھا۔ اس سے پیسے پوچھے تو اس نے آٹھ آنے مانگے۔ میں نے منہ مانگے دام دیے اور جج صاحب کی کوٹھی پر آیا۔ مولانا کو قصہ سنایا۔ وہ اس وقت اعصابی تکلیف میں مبتلا تھے۔ اس وقت بے اختیار ان کے منہ سے نکلا کہ پھر چلیں؟ میں نے کہا ہاں۔ گرم کوٹ کھونٹی سے اتار کر پہن لیا اور اللہ کا نام لے کر یکّے پر بیٹھ گئے اور اعصابی دردوں کی موجودگی میں پنڈال پہنچ گئے۔ آٹھ دس ہزار کا مجمع تھا۔ سامنے سے صفوں کو چیرتے ہوئے سٹیج پر چلے گئے۔ مولانا کو ثناء اللہ نے منگوا کر کرسی دی اور پاس سٹیج پر بیٹھ گیا۔ اس غیرتِ ایمانی سے طبیعت میں ایک ایسی حالت پیدا ہوئی کہ وہ دورہ رک گیا۔ مباحثہ شروع ہوا، دو گھنٹہ تک وہ رنگ پیدا ہوا کہ غیر احمدیوں نے ہمارے مبلغ کے ہاتھ چومے اور دعا کی درخواستیں دیں۔

منگلور کی بندرگاہ میں اُترے۔ جہاز سمندر میں دو تین میل دور کھڑا ہوا۔ کشتی کے ذریعہ بندرگاہ تک آنا تھا۔ مولانا کی حالت ایسی تھی کہ نبض گر رہی تھی۔ رنگ زرد اور چہرہ پر پسینہ اور آنکھیں بند تھیں اور مجھے اندیشہ تھا کہ شاید وہ زندہ کنارے تک پہنچ سکیں یا نہ۔ سمندر نے طوفانی رنگ اختیار کر لیا۔ موج پر موج اُٹھنے لگی۔ کشتی موج کی دھار پر پچاس فٹ اُونچی چلی جائے اور کبھی دھاروں کے درمیان نیچے چلی جائے۔ اوپر سے خطرہ محسوس ہوتا کہ دونوں دھاریں مل جائیں گی اور سب مسافر ہمیشہ کی نیند سو جائیں گے۔ میرے قلب کو یہ تسلّی تھی کہ ہم دین کے لیے نکلے ہیں اگر مر گئے تو شہید ہوں گے۔ رنج تھا تو یہ کہ پیغام حق نہ دیا جائے گا۔ اس حالت میں کشتی والوں نے شور مچایا: یابخاری شیئاً (یعنی اے بخاری کچھ کرو)۔ ہمارے مبلغ کی آنکھیں کھلیں۔ اس کی آنکھوں میں خون اترا اور وہ خون سارے جسم میں دوڑا۔ اس نے کڑک کر کہا کہ یہ کیا بکتے ہو؟ بخاری ہمارے جیسا ایک آدمی تھا۔ کشتی والے سہم گئے۔ مولانا کے منہ سے ایک تیز فوارے کی طرح کلام جاری ہو گیا اور توحید اور پھر رسالت اور احمدیت کا وعظ ہونے لگا۔ چند آدمیوں کے سوا اور کوئی سمجھتا نہ تھا، مگر آپ نے ان پر اتمام حجت کر دی۔ اس حالتِ جوش نے اعصابی دردوں میں کمی کر دی۔ ہم بخیریت کنارے پر پہنچ گئے۔

مولانا کے لیے مرطوب ہوا، چاول اور مچھلی ناموافق تھی۔ اب یہاں یہی غذا تھی۔ دورے بڑھ رہے تھے، مگر ان دوروں میں تبلیغ جاری رہتی۔ کبھی ہاتھ منہ پر جا پڑتا اور کبھی کندھے پر۔ کئی کئی آدمی دباتے مگر آرام نہ آتا۔ اس حالت میں مباحثات تقریری، درسِ قرآن جاری رہتا۔ سچ تو یہ ہے کہ میں ان کی تکلیف کا نقشہ کھینچ نہیں سکتا۔ خدا کی آزمائش بڑھی۔ مولانا کے مقعد اور پیشاب کی نالی کے درمیان ایک پھوڑا نکلا۔ ورم سے تکلیف بڑھ گئی۔ بخار دن رات رہنے لگا۔ جب ڈاکٹر نے پھوڑا چیرا تو پیشاب اصلی جگہ کی بجائے اپریشن کی جگہ سے آنے لگا۔ جب پیشاب زخم کی جگہ سے آتا تو چیخ کے ساتھ بیہوش ہو جاتے۔ اس حالت میں بھی جب سننے والا آتا تو لیٹے ہی لیٹے تبلیغ کرنے لگتے اور کہتے کہ میں چاہتا ہوں کہ پیغامِ حق دیتے ہوئے جان نکلے۔

پہلے اعصابی دورے تھے، پھر بخار ہوا، پھر یہ بیماری، اب انفلوئنزا ہو گیا۔ کئی کئی گھنٹہ بیہوشی رہتی، مگر جب افاقہ ہوتا تو لوگوں کو جمع کر کے سلسلہ کا پیغام دیتے۔ قرآن کریم کا درس دیتے۔ اس تکلیف میں چھ ماہ کا لمبا عرصہ گزر گیا، مگر ایک منٹ کے لیے بھی ناشکری نہ کی اور نہ سلسلہ کی تبلیغ کو چھوڑا۔ ان کا صبر ایوبؑ کا صبر تھا۔ انہوں نے یہ بینظیر نمونہ تبلیغ میں قائم کیا۔ باوجود شدت امراض کے بھی تبلیغ نہ چھوڑی۔ یہ جانباز بہادر مبلغ ہمارے مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ ہیں۔'' (اصحاب احمد، جلد8)

دیوانہ وار تبلیغ اور مخالفت کا سامنا

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوریؓ کے بارہ میں مرقوم ہے:

قادیان میں بیعت کے بعد آپؓ نے قصبہ مرالی میں پہنچ کر اپنی بیعت کا مسجد میں اعلان کر دیا تو آپ کی بہت مخالفت شروع ہوگئی۔ اسی عرصہ میں آپ پر رؤیا وکشوف کا دروازہ کھل گیا اور آپ دیوانہ وار تبلیغ میں لگ گئے، جس پر آپ کے ماموں نے، جو خسر بھی تھے، آپ کو گھر سے نکل جانے پر مجبور کیا اور پولیس سے اس بارہ میں استمداد کی بھی دھمکی دی، اس لیے آپ موضع بقاپور چلے آئے۔ یہاں اپنی زمینداری کے باعث مقاطعہ تو نہ ہوا، لیکن مخالفت پورے زور سے رہی۔ عوام کے علاوہ آپ کے والدین اور چھوٹا بھائی بھی زمرۂ مخالفین میں شامل تھے۔ البتہ بڑے بھائی مخالف نہ ہوئے۔ ایک روز آپ کی والدہ نے آپ کے والد سے کہا کہ آپ میرے بیٹے کو کیوں برا کہتے ہیں؟ وہ پہلے سے زیادہ نمازی ہے۔ والد صاحب نے کہا کہ مرزا صاحب کو، جن کا دعویٰ مہدی ہونے کا ہے، مان لیا ہے۔ والدہ صاحبہ نے کہا کہ امام مہدی کے معنے ہدایت یافتہ لوگوں کے امام کے ہیں، ان کے ماننے سے میرے بیٹے کو زیادہ ہدایت نصیب ہوگئی ہے، جس کا ثبوت اس کے عمل سے ظاہر ہے اور مولوی صاحب کو اپنی بیعت کا خط لکھنے کو کہا۔ آپ تبلیغ میں مصروف

رہے اور ایک سال کے اندر والد صاحب، چھوٹا بھائی اور دونوں بھاوجوں نے بھی بیعت کر لی اور بڑے بھائی صاحب نے خلافت اولیٰ میں بیعت کر لی۔

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ آپ کو تبلیغ اسلام واحمدیت کی خوب توفیق ملی اور آپ نے کامیاب مباحثے اور علمی گفتگوئیں کیں۔(اصحاب احمد جلد10)

تبلیغ کی راہ میں مخالفت برداشت کرنا

حضرت قاضی ضیاء الدینؓ کے بارہ میں ان کے صاحبزادہ قاضی عبدالرحیم صاحب بیان کرتے تھے کہ والد ماجد کو اپنے گاؤں کوٹ قاضی محمد جان میں مخالفوں نے قریباً تیرہ برس تک سخت تکالیف پہنچائیں۔ مقاطعہ کیے رکھا، نقب زنی بھی کرا دی گئی، مگر آپ نے استقامت سے مقابلہ کیا اور سب کام کاج چھوڑ کر اپنا سارا وقت تبلیغ میں صرف کرنا آپ نے اپنا معمول بنا رکھا تھا۔(اصحاب احمد جلد6)

تباہی کا باعث خدا کے بندے کو مارا گیا تھپڑ ہے

حضرت مولوی غلام رسول راجیکی صاحبؓ کے بارہ میں روایت ہے کہ:

ابتدا میں جب آپ اپنے علاقہ میں مصروفِ تبلیغ تھے۔ایک قریب کے گاؤں میں احمد دین نامی ایک مولوی نے احمدیوں کے خلاف سخت اشتعال پیدا کر دیا اور اس نے کہا کہ جس گاؤں میں بھی احمدی ہیں وہ گاؤں ایسے کنویں کی مانند ہے جس میں خنزیر پڑا ہو۔اگر گاؤں والے گاؤں کو پاک رکھنا چاہتے ہیں تو مرزائیوں کو نکال دیں۔کئی روز کی تقریروں سے اشتعال بڑھتا گیا اور مولوی نے سمجھا کہ کوئی بھی میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔حضرت مولوی صاحب کو بلایا گیا آپ نے آتے ہی مولوی کے نام عربی میں ایک خط لکھا۔اس نے آپ کو بلوا بھیجا کہ آپ منبر پر تقریر کریں۔آپ مسجد میں پہنچے تو اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے منبر پر میں کافر کو تقریر نہیں کرنے دوں گا اور اعتراض کرنے لگا۔آپ نے اس کی علمی پردہ دری کی تو اس نے آپ کو تھپڑ مار دیا۔اس بدتمیزی پر نمبردار وغیرہ نے مولوی کو سخت ملامت کی اور یہ مجمع منتشر ہو گیا، لیکن ہزارہا افراد جو جمع تھے ان تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کا اعلان پہنچ گیا۔یہ معلوم کر کے کہ مولوی ابھی گاؤں میں ہی ہے حضرت مولوی صاحب نے نمبردار سے کہا کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کو قرآن مجید اور اسلام کی رو سے سچا سمجھ کر آپ لوگوں سے الگ ہوا ہوں۔اس لیے آپ مولوی مذکور سے میری گفتگو کرائیں تا لوگوں پر حق کھل جائے،لیکن مولوی مذکور نے باوجود امن کی تسلّی دلانے کے خطرہ کا عذر کر کے وہاں سے بھاگ جانا مناسب سمجھا اور پھر ادھر کا کبھی رُخ نہیں کیا بلکہ چند روز کے بعد ہی اس کے مرضِ آتشک میں گرفتار ہونے کا علم ہوا اور پھر جلد ہی مر گیا۔

حضرت مولوی صاحبؓ نے اس گاؤں میں چند دن خوب تبلیغ کی لیکن لوگوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔آپؓ نے خواب دیکھا کہ طاعون نے اس گاؤں پر حملہ کیا ہے اور سخت تباہی ہوئی ہے۔چنانچہ چند دن بعد ایسا ہی وقوع میں آیا اور طاعون سے قریباً گیارہ سو افراد لقمۂ اجل ہوئے۔سراسیمگی پیدا ہوئی کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے جبکہ اِردگرد کے دیہات طاعون سے بالکل محفوظ ہیں تو ایک شخص نے کہا کہ مجھے خواب میں اس تباہی کا باعث ایک بزرگ یا فرشتہ نے وہ تھپڑ بتایا ہے جو اس گاؤں میں خدا کا حکم سناتے ہوئے خدا کے ایک بندے کو مارا گیا تھا۔(اصحاب احمد جلد8)

(آئندہ شمارہ میں جاری ھے)

بقیہ از صفحہ 6: **اداریہ**

قرض سے نجات کے طریق

حضورؓ سے اپنے مصر جانے کے متعلق مشورہ لوں کیونکہ ان دنوں مصر میں کافی تنخواہ پر بھرتی کی جارہی تھی۔جب میں نے اپنے مصر جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو حضورؓ نے فرمایا: اچھا ہے، آپ مصر چلے جائیں۔میں نے عرض کیا کہ حضور! میں مقروض ہوں اور عیال دار ہوں حضور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے قرضہ سے نجات دے۔تو حضورؓ نے نذرانہ کے روپے مجھے واپس کرتے ہوئے فرمایا: میں بھی دعا کروں گا۔ مگر تمہارا کام یہ ہے کہ جو کچھ تمہارے ہاتھ میں آئے وہ قرض خواہ کو دے دیا کرو اور پھر ضرورتاً اسی سے قرض لیا کرو۔اس طرح تمہارا اعتبار ہو جائے گا اور ساتھ ہی ساتھ بہت بہت استغفار کرتے رہا کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں قرضہ سے نجات دے۔مگر دیکھنا قرض خواہ کا حق ادا کرنے میں جلدی کرنا۔حضرت جمعدار صاحب تحریر کرتے ہیں کہ مَیں نے اسی دن حضورؓ کے بیان فرمودہ نسخہ پر عمل شروع کر دیا جس کو آج 37 سال ہو گئے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے باعزت رہا ہوں۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے قرض کی ادائیگی کے حوالہ سے احمدیوں کو اُن کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا:

''احمدی کی پہچان تو یہ ہونی چاہئے کہ ایک تو قرض اتارنے میں جلدی کریں، دوسرے قرض دینے والے کے احسان مند ہوں کہ وہ ضرورت کے وقت ان کے کام آیا۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:'' مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض لوگ ان امور کی پروا نہیں کرتے اور ہماری جماعت میں بھی ایسے لوگ ہیں جو بہت کم توجہ کرتے ہیں، اپنے قرضوں کے ادا کرنے میں۔یہ عدل کے خلاف ہے۔آنحضرت ﷺ تو ایسے لوگوں کی نماز (جنازہ) نہ پڑھتے تھے۔ پس تم میں سے ہر ایک اس بات کو خوب یاد رکھے کہ قرضوں کے ادا کرنے میں سُستی نہیں کرنی چاہئے اور ہر قسم کی خیانت اور بے ایمانی سے دُور بھاگنا چاہئے کیونکہ یہ امرِ الٰہی کے خلاف ہے جو اس نے اس آیت میں یعنی اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی (النحل:91) دیا ہے''۔(ملفوظات جلد 4 صفحہ607)۔ تو یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ ایک تو یہ کہ قرض مقررہ میعاد کے اندر ادا کیا جائے جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔اور اگر پتہ ہے کہ واپس نہیں کر سکتے کیونکہ وسائل ہی نہیں ہیں، اور غلط بیانی کر کے میعاد مقرر کروالی ہے تو پھر بہتر ہے کہ خائن بننے کی بجائے مدد مانگ لی جائے۔لیکن جھوٹ اور خیانت کے مرتکب نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن مدد مانگنے والوں کو بھی عادت نہیں بنا لینی چاہئے کیونکہ سوائے انتہائی اضطراری حالت کے اس طرح مدد مانگنا بھی منع ہے اور معیوب سمجھا گیا ہے۔اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے سخت خلاف تھے۔(خطبہ جمعہ فرمودہ خطبہ جمعہ 6/فروری2004ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کے لئے آسانیاں پیدا فرمائے اور توفیق عطا فرمائے کہ ہم دوسروں کے لئے بھی آسانیاں پیدا کرنے والے بنیں۔آمین

حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکملؓ

(عبدالرحمٰن شاکر)

پنجاب کا ضلع گجرات ہمیشہ سے علم وفضل میں ممتاز رہا ہے۔ اس میں صدہا ادیب، شاعر، عالم، قاری، فقیہ ہوگزرے ہیں۔ مگر یہ شرف صرف حضرت مولوی امام الدین صاحبؓ کو ہی حاصل ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے اوّلین میں شمار ہوں۔ اُن کے کتنے ہی شاگرد اپنی اپنی جگہ پر خود استاد شمار ہوئے۔ جیسے مولانا غلام رسول راجیکیؓ اور پروفیسر قاضی فضل حق وغیرہ۔

مولوی امام الدّین صاحبؓ 4 محرم 1468 ہجری میں بمقام گولیکی پیدا ہوئے۔ تاریخی نام چراغ دین نکلا۔ آپ کو ایک ہی شوق تھا کہ اُن سے کوئی علم حاصل کرے۔ یہی شوق عرصہ تک ان کو قادیان کی متفرق کلاس میں لئے پھرا۔ آپ کی اہلیہ صاحبہ کا نام مریم بیگم تھا۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ بڑے قاضی محمد ظہور الدین اکملؓ اور چھوٹے محمد نور الدین اجملؔ۔

قاضی اکملؔ صاحب نے ابتدائی تعلیم گھر میں اپنے والد سے حاصل کی مگر کثرتِ مطالعہ کے باعث تپدق ہوگیا جس سے جسم نہایت نحیف ہوگیا۔ تعلیم ترک کردی مگر شفاء کامل نہ ہوئی۔

مولوی امام الدین صاحبؓ بیعت کے بعد قادیان گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دُعا کے لئے بھی عرض کیا کہ بچے کو شفا ہوجائے۔ نیز حضورؑ کا پس خوردہ بھی لاکر ان کو کھلایا تو برسوں کا پرانا مریض اچھا ہوگیا۔ اور کیوں نہ ہوتا۔ انیسؔ کا شعر ہے ؎

جس پر نظرِ لطفِ مسیحِ دوسرا ہو
برسوں کا ہو بیمار تو اک دم میں شفا ہو

تاہم بیماری اپنے اثرات ایسے چھوڑ گئی کہ ساری عمر سرکنڈے کی مانند ہی رہے۔

اس کے بعد قاضی صاحب ہجرت کر کے مستقل طور پر قادیان چلے گئے۔

چونکہ خاکسار کے والد مولوی نعمت اللہ گوہرؔ نے دسمبر 1906ء میں بیعت کی تھی اور قادیان میں ہی رہائش کر لی تھی اور شاعرانہ طبیعت اور مزاج کے رُو سے بھی اکملؔ صاحب سے بہت قریب تھے، اُن کے ساتھ بڑے گہرے مراسم تھے۔ والد صاحب کے تعلق سے مجھ پر بھی بہت شفقت فرماتے تھے اور 1931ء میں تو خاکسار کو ان کے ماتحت دفتر ناظم اشاعت میں کام کرنے کا موقع ملا۔ اس لئے قاضی صاحب کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔

اُسی زمانہ میں قادیان میں لائبریری کا انتظام کچھ ایسا بہتر نہ تھا۔ کتب تو تھیں مگر تازہ اخبارات نہیں آتے تھے۔ اُدھر قاضی صاحب چونکہ رسالہ ریویو اُردو، ریویو انگریزی، سن رائز، الفضل، مصباح اور احمدیہ گزٹ کے مینیجر تھے اس لئے تبادلے میں اخبار اور رسائل بہت آتے تھے۔ چنانچہ اہل ذوق احباب قاضی صاحب کے دفتر میں جمع ہوجاتے۔ اخبارات کے ساتھ ساتھ تبادلہ خیالات بھی ہوجاتا تھا۔ مختلف مسائل اور روزمرہ کے حالات پر تبصرہ ہوتا اور لوگ قاضی صاحب کے علم وفضل سے متمتع ہوتے۔ شعر وشاعری کے تذکرے بھی رہتے۔ لطائف بھی خوب ہوتے۔ قاضی صاحب کا کمال یہ تھا کہ ان سب باتوں کے باوجود دفتری نظام میں اک ذرّہ خلل نہ ہوتا۔ سکون سے تمام کام وقت کے اندر ہوجاتے۔ سوائے اس عاجز کے دیگر تمام کلرکوں کو علمی، سیاسی اور ادبی مسائل سے قطعاً سروکار نہ تھا۔ خاکسار نے اس مجلس سے کماحقہٗ فائدہ اٹھایا۔ یہ مجلس ایک طرح سے شہر کا ادبی، سیاسی اور ثقافتی سنٹر تھا۔ کوئی علم وادب کا شوقین اس مجلس سے علیحدہ نہیں رہ سکتا تھا۔

قاضی صاحب حساب کتاب کے بڑے صاف تھے اور پوری احتیاط برتتے تھے۔ باوجودیکہ آپ کے ماتحت الفضل، مصباح، سن رائز (ہفتہ وار)، ریویو انگریزی، ریویو اُردو اور احمدیہ گزٹ تھا تمام کام مشین کی طرح وقت پر سرانجام پاتے۔ مثلاً الفضل میں تین کلرک تھے۔ خواجہ عبدالرحمٰن صاحب کشمیری، منشی امیر محمد صاحب ساکن کھارہ اکاؤنٹنٹ اور مرزا عبدالعزیز چٹ کلرک۔ مصباح اور ریویو اُردو مرزا عبدالحمید کے پاس تھے اور میرے پاس ریویو آف ریلیجنز انگلش اور ہفتہ وار سن رائز مع تمام انگریزی خط وکتابت۔

قاضی صاحب کا گھر چونکہ دفتر سے ملحق تھا وہ عموماً دفتر سے چند منٹ قبل پہلے آکر خود صفائی وغیرہ کا معائنہ کرتے۔ ہمیشہ ایک بڑے تخت پر لیٹے رہتے۔ اُس تخت پر موٹے موٹے گدّے ہوتے اور ایک بڑا سا گاؤتکیہ تخت کے ایک سرے پر پڑا ہوتا تھا۔ اُس کے سہارے قاضی صاحب لیٹے ہوئے تمام دفاتر کا کام بھی دیکھتے، لوگوں سے باتیں بھی کرتے، مشورے بھی دیتے، علمی مضامین خود لکھتے اور دوسروں کو اصلاح دیتے۔ میں نے تو اکثر ان کو بیمار ہی دیکھا۔ کبھی سردرد، کبھی کمر میں درد، کبھی اعضاء شکنی۔ ایک دن باہر آئے تو پیشانی پر کچھ دوائی لگی تھی۔ میرے دریافت کرنے پر کہنے لگے کہ رات بھر نیند نہیں آئی۔ اعصابی درد رہا۔ اب دارچینی لگائی ہے شاید کچھ آرام آجائے۔

قاضی صاحب کی عادات بہت سادہ تھیں۔ علاوہ دفتری فرائض کے مرزا عبدالحمید مرحوم کا یہ بھی کام تھا کہ گھر کا سودا سلف لادینا۔ دوپہر کو عموماً دال پکتی تھی کیونکہ جب دال بگھاری جاتی تو خالص گھی کی خوشبو دفتر تک پہنچتی تھی۔ شام کو عموماً گوشت اور سبزی۔ لباس گرمیوں میں شلوار قمیض اور سر پر رومی ٹوپی۔ سردیوں میں صدری کے علاوہ گرم کوٹ اور پشمینے کی چادر جس سے پاؤں ڈھانپ کر لیٹے رہتے۔

قاضی صاحب وقت کے سختی سے پابند تھے۔ اس پر خود بھی عمل کرتے اور دوسروں سے بھی توقع رکھتے۔ کبھی یہ نہ ہوا کہ چار بج جائیں اور ہم دفتر کا کام کر رہے ہوں۔ اس زمانہ میں چار گھڑیاں پابندیٔ وقت کے لئے بہت مشہور تھیں۔ ماسٹر عبدالرؤف صاحب بھیروی کی گھڑی۔ بھائی غلام قادر صاحب سیالکوٹی اور ان کے برادر اصغر منشی محمد اسمٰعیل صاحب اور چوتھے قاضی صاحب کی گھڑی۔ اُس زمانہ میں ہندوستان کا معیاری ٹائم مدراس ٹائم کہلاتا تھا۔ 4 بجے سے آدھ منٹ قبل ہر

تارگھر میں مدراس سے ٹائم نشر ہوتا تھا۔ عموماً گھڑی مجھے دے کر بھجواتے کہ مدراس ٹائم سے مطابق کرلاؤں۔

قاضی صاحب کا خط نہایت پاکیزہ تھا۔ بڑی سرعت سے لکھا کرتے تھے۔ خط کا اصول یہ ہے کہ اُس میں سرعت ہو۔ پھر وہ پڑھا جاسکے اور تیسرے حروف میں تناسب اور خوبصورتی ہو۔ قاضی صاحب کے خط میں یہ باتیں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ مجھے ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ تم میں اور مجھ میں ایک قدر مشترک ہے کہ تم بھی بہت تیز لکھتے ہو اور خط بھی خوبصورت ہوتا ہے۔

حیرانی ہوتی ہے کہ ایسا دُبلا پتلا اور نحیف جسم کا انسان، جس کی کوئی نہ کوئی چُول ہمیشہ ڈھیلی رہتی تھی، باوجود اپنی تمام بیماریوں، نقاہتوں اور مصروفیتوں کے خوب زندہ دل تھا۔

علاوہ دفاتر کے ضیاء الاسلام پریس کی نگرانی بھی قاضی صاحب کے سپرد تھی۔ متعدد کاتب رسائل اور اخبار وغیرہ لکھتے۔ اُن کے پروف نکلوا کر پڑھتے۔ اُن کی اجرتوں کا حساب رکھنا۔ مشینوں کے پُرزوں سے خوب واقفیت تھی۔ پریس کی مشین خراب ہوجاتی تو خود سر پر جاکر کھڑے ہوجاتے اور جب تک مناسب درستی نہ ہوجاتی وہاں سے نہ ٹلتے۔

میں نے لمبے عرصہ تک دفتر میں کام کیا۔ آخر میں صدرانجمن احمدیہ نے اعتراض کردیا کہ یہ میٹرک پاس نہیں ہے لہٰذا اس کو فارغ کردیا جائے اور دو ماہ کی تنخواہ بھی روک لی جو ساٹھ روپے تھی۔ قاضی صاحب نے مجھ سے چارج لے لیا اور کہا تم فکر نہ کرو، تمہیں تنخواہ گھر بیٹھے آئے گی۔

کچھ دنوں بعد مجھے راستے میں مل گئے اور ہدایت فرمائی کہ اب حضرت خلیفہ ثانیؓ کو لکھ دو۔ میں نے اُسی وقت دو چار سطور میں لکھ دیا کہ میری اُجرت مجھے نہیں ملی اور یہ خط دفتر ڈاک کے بکس میں ڈال کر خود مولوی احمد خاں نسیم صاحب کے ہمراہ قادیان سے قریبی نہر پر بیر کھانے چلا گیا۔ شام کے قریب واپس آیا تو آگے مرحوم قاضی عبدالرحمٰن صاحب مل گئے اور ناراضگی سے کہنے لگے تم کہاں غائب ہوگئے تھے؟ تم نے مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ حضورؓ نے حکم دیا ہے کہ آج دفتر بند نہ ہوں جب تک اس کی اُجرت ادا نہ ہوجائے۔ لو ساٹھ روپے اور رسید لکھ دو۔ اگلے دن مَیں نے یہ بات قاضی صاحب سے جاکر کہہ دی۔ بڑے خوش ہوئے۔

تقسیم ملک کے بعد قاضی صاحب اپنے چھوٹے بیٹے عبدالرحیم صاحب شبلی کے پاس اردو بازار عقب انارکلی میں عرصہ تک مقیم رہے۔ پھر ربوہ آگئے۔ یہاں پر پرانے احباب اکثر قاضی صاحب کی خدمت میں جاکر بیٹھتے۔ اُن کا جی لگا رہتا تھا۔ کبھی دو تین ماہ کے بعد مرزا عبدالحمید کے ہمراہ بازار اور دفاتر کا چکر لگاتے۔ صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب میں یہ خوبی دیکھی کہ وہ روزانہ قاضی صاحب کے پاس جاتے۔ کچھ دیر باتیں کرتے جس سے اُن کو اطمینان قلب ہوجاتا تھا۔

قاضی صاحب کی یادگار ردولڑ کے قاضی عبدالرحمٰن جنید بی۔اے اور عبدالرحیم صاحب شبلی ہیں۔ شبلی پاکستان کے مشہور صحافی تھے مگر جماعت احمدیہ سے کوئی تعلق نہیں رکھا۔ ویسے کبھی کبھی عزیزوں سے ملنے آیا کرتے ہیں۔

قاضی صاحب کا کلام ''نغمۂ اکمل'' کے نام سے طبع ہوچکا ہے۔

ایک احمدی کا شناختی کارڈ

عبادات اور خصوصاً نماز کی اپنے وقت پر ادائیگی کی سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک کیا اہمیت تھی! اس کا اندازہ تاریخ احمدیت میں درج اس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے کہ جب امریکہ سے تعلق رکھنے والے محترم محمد الیگزنڈر رسل ویب صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ قبولِ اسلام کی سعادت حاصل کی اور پھر اُن کی تبلیغ سے فلاڈلفیا کے جارج بیکر بھی حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئے۔ اس کے بعد انہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں احمدی ہونے کے ثبوت میں کوئی شناخت بھجوانے کی درخواست کرتے ہوئے لکھا کہ یہاں کے دستور کے مطابق جو شخص کسی انجمن یا سوسائٹی کا رکن بنے اسے کوئی شناختی نشان یا سند دی جاتی ہے جسے وہ عندالضرورت پیش کرسکے۔ اس درخواست کے جواب میں حضور اقدس علیہ السلام نے انہیں لکھوایا کہ: ''ہمارا نشان شناخت صرف یہ ہے کہ جب نماز کا وقت آئے تو وضو کرکے نماز ادا کرلیا کرو، یہ کافی نشان ہے، دوسرے سندات یا نشانات کو ایک منافق بھی پیش کرسکتا ہے''۔

یہاں پر قاضی صاحب کی اہلیہ کا ذکر کرنا موزونیت سے خالی نہیں ہے۔ ان کا نام سکینۃ النساء تھا جو قاضی صاحب کے ماموں کی بیٹی تھیں۔ دیہاتی رواج کے مطابق چار سال کی عمر میں ان کی شادی ہوگئی تھی مگر رخصتانہ 1907ء میں ہوا۔ ساس کے لئے چکی پیسنا، والد اور خسر سے تعلیم حاصل کرنا کنویں سے پانی بھر کر لانا، کھیتوں سے ساگ پات لانا، مویشیوں کے لئے چارہ لانا کام تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ لاہور کے زنانہ رسالہ ''تہذیب نسواں'' میں مضامین بھی شائع کرواتیں۔ اس کے علاوہ ''عصمت'' دہلی اور ''البدر'' اور ''الحکم'' قادیان میں بھی کبھی کبھی لکھتی تھیں۔ قادیان آکر عورتوں کو جمع کرکے ان کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دی۔ ایک برائے نام سا سکول بھی جاری کیا۔ حضرت خلیفۃ اوّلؓ نے فرمایا: ''تم سکول سنبھالو''۔ عذر کیا کہ مجھے ریاضی نہیں آتی۔ حضرت نے فرمایا کہ ''آپ چارج لے لیں۔ خُدا سب کام کردے گا''۔ محلوں میں جاکر مستورات کو وعظ و نصیحت اور تلقین کرتی رہیں اور کم از کم چالیس برس تک علاوہ اپنے گھریلو مشاغل کے پوری تندہی سے کام کیا۔ بہت خوشخط تھیں۔ امۃ الحیٔ لائبریری کی بنیاد رکھی، صاحبزادی مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی ہم سبق تھیں اور صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کو تو خود پڑھایا تھا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ (خلیفۃ المسیح الثالث) کو بھی کچھ عرصہ تک پڑھایا۔ 1922ء میں قادیان کے زنانہ وارڈ کے لئے تحریک کی جو بعد میں چار کوارٹروں کی شکل میں مکمل ہوا۔ بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔

لندن مشن کی طرف سے سفراء، وزراء اور عمائدین سے روابط کا آغاز

(بشیر احمد رفیق خان)

انگلستان مشن کا چارج سنبھالنے کے کچھ عرصہ بعد تبلیغ اور تربیت کے علاوہ انگلستان میں جماعت کے وقار کو بلند کرنے کیلئے بیرونی ممالک کے لندن میں مقیم سفراء اور باہر سے آنے والی اہم شخصیات اور ملکی عمائدین سے تعلقات استوار کرنے کی طرف بھی توجہ دی گئی تا کہ دنیا کے مختلف ممالک میں آباد احمدیوں کی حسب ضرورت مدد کی جاسکے۔ چنانچہ اس پروگرام کے ماتحت مختلف وفود کو ساتھ لے کر میں نے جن ممالک کے سفیروں سے ملاقاتیں کیں ان میں سے بعض یہ ہیں: پاکستان، ہندوستان، ماریشس، گھانا، نائیجیریا، چین، روس، پولینڈ، لائبیریا، ترکی، شام، سیرالیون، گیمبیا و امریکہ وغیرہ۔

ان ملاقاتوں کے بہت سے اعلیٰ نتائج برآمد ہوئے۔ بطور مثال ایک واقعہ پیش کرتا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 1967ء سے لے کر اپنی خلافت کے آخر تک یورپ کے آٹھ دورے کئے۔ ان میں سے سات دوروں میں خاکسار ان کے قافلہ میں شامل رہا۔ دو دفعہ دوروں میں بطور پرائیویٹ سیکرٹری شامل رہا۔ جب حضورؒ دوسری مرتبہ انگلستان کے دورے پر تشریف لا رہے تھے تو ہمیں خیال پیدا ہوا کہ کوشش کر کے حضور اقدسؒ کیلئے V.I.P لاؤنج حاصل کیا جائے تا کہ حضورؒ اور قافلے کو امیگریشن اور کسٹم کے تکلیف دہ مراحل میں سے نہ گزرنا پڑے۔ اس سلسلہ میں جب برٹش ائیر پورٹ اتھارٹی سے بات کی گئی تو انہوں نے بتایا کہ V.I.P کے Status کے حصول کیلئے بڑی لمبی کارروائی کرنی ہوتی ہے جس میں اُس ملک کی رضامندی بھی حاصل کرنی ضروری ہوتی ہے جس ملک کی شخصیت کو بطور V.I.P استقبال کی سہولت دینی ہوتی ہے۔ مجھے یہ سلسلہ خاصہ وقت طلب معلوم ہوا اور یہ بھی یقینی نہیں تھا کہ حکومت پاکستان اس سلسلہ میں ہماری مدد بھی کرے گی یا نہیں۔ انہی دنوں میری ملاقات گیمبیا کے سفیر سے ہوئی۔ وہ بڑے تپاک سے پیش آئے۔ ان کا نام مسٹر Jeneeh تھا۔ گیمبیا میں مشن کو رجسٹرڈ کرانے میں انہوں نے جماعت کی بہت مدد کی تھی۔ میں نے ان سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے پیش آمدہ دورہ کا ذکر کیا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ خود حضورؒ کے استقبال کیلئے ائیر پورٹ جائیں گے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی ملک کا سفیر کسی کو لینے ائیر پورٹ جائے تو انہیں V.I.P لاؤنج کی سہولت ملتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے سیکرٹری کو حکم دیا کہ جس دن حضورؒ لندن تشریف لائیں گے اس دن کیلئے V.I.P لاؤنج بک کرایا جائے۔ اس کے بعد حضورؒ کے جتنے بھی دورے ہوئے گیمبیا کے سفیر صاحب کی معرفت یہ لاؤنج بک ہوتے رہے اور جماعت کیلئے بہت سہولت پیدا ہوتی رہی۔ الحمدللہ۔ گیمبیا کے سفیر متعدد مواقع پر مسجد بھی تشریف لاتے رہے۔ انہیں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ سے بھی انہیں بے حد عقیدت تھی۔

☆ 1968ء میں ہز ایکسی لینسی سر ایف ایم سنگھاٹے گورنر جنرل گیمبیا لندن تشریف لائے۔ خاکسار نے ان سے ملاقات کی اور انہیں مسجد آنے کی دعوت دی۔ آپ احمدی تھے۔ فرمایا: ہم تو خود مسجد آنا چاہتے تھے اچھا ہوا تم نے بھی دعوت دے دی۔ چنانچہ آپ جمعہ کے روز مسجد تشریف لے آئے۔ خاکسار نے خطبہ جمعہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کا ذکر کیا کہ "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے" اور گورنر جنرل صاحب کو اس پیشگوئی کا مصداق بننے پر مبارک باد پیش کی۔ آپ کے ساتھ گیمبیا کے دیگر وزراء بھی تھے۔ شام کو ان کے اعزاز میں ڈنر دیا گیا جس میں گیمبیا کے سفیر اور دیگر سٹاف کے علاوہ لوکل ایم پی اور انگریز معززین بھی شامل ہوئے۔ اس موقع پر سنگھاٹے صاحب نے اپنی تقریر میں اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اللہ نے انہیں احمدیت کی نعمت سے نوازا ہے۔

☆ 1965ء میں ماریشس کے پہلے وزیر اعظم سر رام غلام انگلستان تشریف لائے۔ خاکسار ان سے ملنے ان کے ہوٹل گیا۔ بڑی تپاک سے پیش آئے اور ماریشس میں جماعتی خدمات کو بڑے زوردار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔ اس موقع پر ماریشس کے سفیر بھی موجود تھے۔ آپ نے اُنہیں ہدایت کی کہ آئندہ ماریشس ایمبیسی کی طرف سے جو بھی تقریبات لندن میں منعقد ہوں، ان میں امام صاحب کو ضرور بلایا جائے۔ اس موقع کی تصاویر اور رپورٹ رسالہ "مسلم ہیرالڈ" (Muslim Herald) مئی 1966ء میں شائع ہوئیں۔

☆ سفرائے پاکستان سے بھی متعدد ملاقاتیں کیں اور ان سے بے حد خوشگوار تعلقات استوار کئے۔ ان میں سے ایک سفیر میاں ممتاز محمد خان دولتانہ تھے۔ اُن کا تعلق پنجاب کے ایک متمول جاگیردار گھرانے سے تھا۔ ان کے والد جناب میاں احمد یار خان صاحب دولتانہ کے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ساتھ گہرے مراسم تھے۔ خود میاں ممتاز محمد خان دولتانہ آکسفورڈ میں طالب علمی کے دوران حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کے کلاس فیلو رہ چکے تھے اور دونوں ایک دوسرے کے دوست تھے۔ میاں ممتاز محمد خان دولتانہ پاکستان بننے کے بعد پاکستان کے سب سے بڑے صوبہ یعنی پنجاب کے وزیر اعلیٰ منتخب ہوئے۔ پنجاب کا زمیندار اور جاگیردار طبقہ ان کی پشت پر تھا۔ میاں ممتاز محمد دولتانہ کے دل میں بار بار یہ خواہش اٹھتی تھی کہ وہ کوئی ایسا کارنامہ سرانجام دیں کہ بالآخر وہ ملک کے وزیر اعظم بن سکیں۔ اس خواہش کی تکمیل کی ایک صورت انہیں یہ نظر آئی کہ مجلس احرار پاکستان جو جماعت احمدیہ کی ازلی دشمن تھی، کی مدد حاصل کی جائے۔ مختصر یہ کہ 1953ء میں میاں ممتاز محمد خان دولتانہ اپنے عروج پر تھے۔ پنجاب ان کیلئے تنگ ہو رہا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ اُن کی اُڑان وزارت عظمیٰ تک پہنچے۔ اس کیلئے انہوں نے ہر اصول کو قربان کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ 1953ء میں احراری شورش کے نتیجہ میں اگرچہ احمدی املاک اور نفوس کو نقصان تو پہنچا لیکن بحیثیت مجموعی جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے جلد فسادات کے اثر سے نکل آئی اور شاہراہ ترقی پر رواں دواں ہوگئی۔ لیکن فسادات کی آگ نے میاں ممتاز محمد دولتانہ اور مجلس احرار کو نیست و نابود کر دیا۔ میاں صاحب پاکستان کی وزارت عظمیٰ کے خواب دیکھتے دیکھتے

پنجاب کی وزارت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے اور سیاسی زوال ان کا مقدّر بنا۔

1970ء کی دہائی میں ذوالفقار علی بھٹو اقتدار میں آئے تو ان دنوں دولتانہ صاحب مسلم لیگ کے سربراہوں میں سے تھے۔ بھٹو صاحب نے ان کو راستہ سے ہٹانے کیلئے انہیں انگلستان میں سفارت کی پیشکش کی جو دولتانہ صاحب نے منظور کرلی۔ اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ دولتانہ صاحب عنقریب انگلستان میں پاکستان کے ہائی کمشنر کے طور پر چارج سنبھالنے کیلئے لندن روانہ ہورہے ہیں۔ یہ خبر پڑھ کر مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ دولتانہ صاحب نے 1953ء میں جماعت کے خلاف جو کردار ادا کیا تھا اس کے پیش نظر ہم پاکستان ہائی کمیشن سے سابقہ تعلقات شاید استوار نہ رکھ سکیں گے۔ ان حالات کے پیش نظر خاکسار نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں ایک خط لکھا اور حضورؒ سے دریافت کیا کہ میاں ممتاز دولتانہ سے ہم کسی قسم کا رابطہ رکھیں یا نہ رکھیں۔ حضورؒ نے جواب دیا کہ میاں ممتاز دولتانہ نے جو کچھ 1953ء میں کیا اس کی سزا انہیں اللہ تعالیٰ نے دے دی ہے۔ ہم کسی کے دشمن نہیں ہیں۔ ان کا معاملہ خدا کے سپرد ہے۔ تمہیں اجازت ہے کہ بے شک میاں ممتاز دولتانہ صاحب سے رابطہ رکھو۔ اگر ان کا رویہ اب بدلا ہوا ہو اور وہ اپنے کئے پر شرمندہ ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ ان سے تعلقات پر پابندی ہو۔

میاں ممتاز دولتانہ صاحب جب لندن تشریف لائے اور پاکستان ایمبیسی کا چارج سنبھالا تو خاکسار نے انہیں ایک خط لکھا جس میں انہیں برطانیہ کے سفیر بن جانے پر مبارکباد پیش کی اور ہر قسم کے تعاون کا جماعت احمدیہ برطانیہ کی طرف سے یقین دلایا۔ نیز ان سے ملاقات کی خواہش کا اظہار بھی کیا۔ دولتانہ صاحب نے خط ملنے پر خود فون کیا اور خط کا شکریہ ادا کرتے ہوئے خاکسار کو ملاقات کی دعوت بھی دی۔ وقت مقررہ پر میں پاکستان ہائی کمیشن میں حاضر ہوگیا۔ دولتانہ صاحب نے پُرتکلف کافی کا انتظام کیا ہوا تھا۔ بڑے تپاک اور خلوص سے ملے جو میرے لئے تعجب کا باعث تھا۔ دوران گفتگو دولتانہ صاحب نے فرمایا کہ آپ جانتے ہوں گے کہ میرے والد صاحب کے حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے کس قدر گہرے مراسم تھے۔ میرے والد صاحب ہر اہم معاملہ میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر مشورہ کیا کرتے تھے اور وہ حضورؓ کی فراست واعلیٰ قیادت کے معترف تھے۔ چنانچہ ہمارے گھرانے میں اکثر قادیان کا چرچا رہتا تھا۔ تحفے تحائف کا تبادلہ بھی ہوتا رہتا تھا۔

دولتانہ صاحب نے فرمایا کہ جب میں آکسفورڈ تعلیم کے ارادے سے آنے لگا تو میرے والد صاحب مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں لے گئے اور مجھے ان کے قدموں میں بیٹھنے کے لئے کہا۔ مرزا صاحب نے اس بات کو پسند نہ فرمایا اور مجھے اپنے پاس بٹھایا۔ میرے والد صاحب نے حضورؓ سے کہا کہ یہ میرا اکلوتا بیٹا ہے جو سات سمندر پار جارہا ہے اور جس ملک میں جارہا ہے وہاں کی اخلاقی حالت قابل رشک نہیں ہے۔ مجھے اس کی بہت فکر ہے کہ کہیں یہ انگلستان کی لادینی اور آزاد فضا میں اپنی ہندوستانی اور اسلامی اقدار کو نہ بھول جائے۔ اس لئے آپ اس کیلئے دعا کریں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ میں انشاء اللہ دعا کروں گا۔ پھر مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ لندن میں ہماری مسجد ہے، آپ لندن پہنچ کر ان سے ملیں وہ آپ کی ہر طرح سے مدد کریں گے، میں آج ہی انہیں ہدایت بھجوا دوں گا۔

دولتانہ صاحب جب لندن پہنچے تو سیدھے مسجد فضل چلے گئے۔ جہاں حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دردؓ امام مسجد نے اُن کا استقبال کیا۔ دولتانہ صاحب کہنے لگے کہ لندن میں مَیں نے اپنے ابتدائی ایام مسجد کے ایک کمرہ میں گزارے۔ حضرت مولانا درد صاحب مجھے نصائح بھی کرتے اور انگریزی طرز معاشرت پر سیر حاصل تبصرہ بھی فرماتے جس سے میں بے حد متاثر ہوا۔ چند دن بعد جب میں آکسفورڈ جانے لگا تو حضرت مولوی درد صاحب بھی میرے ساتھ گئے اور مجھے وہاں کالج کے ہوسٹل میں چھوڑ آئے اور فرمایا کہ تعطیلات میں لندن آکر میرے پاس قیام کیا کرو اور اگر کسی قسم کی کوئی ضرورت ہو تو بلاتکلف مجھے اطلاع دینا۔ چنانچہ اس کے بعد میں کئی مرتبہ لندن آکر مسجد میں ٹھہرتا رہا ہوں۔ آکسفورڈ میں میری دوستی حضرت مرزا ناصر احمد صاحب سے ہوگئی۔ مَیں جماعت اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکتا کہ میرے ابتدائی دور انگلستان میں انہوں نے مجھے مضبوط سہارا دیا۔

مجھے ان باتوں کا علم نہیں تھا اس لئے میاں صاحب کی باتیں سن کر میں بے حد حیران ہوا اور دل میں آیا کہ ان سے پوچھوں کہ پھر آپ نے اس احسان کا بدلہ 1953ء میں کس صورت میں دیا؟ لیکن خاموش رہا۔ چلتے چلتے میں نے جناب دولتانہ صاحب کو مسجد تشریف لانے کی دعوت دی جو انہوں نے فوراً قبول کرلی۔

مقررہ تاریخ پر جناب دولتانہ صاحب مسجد تشریف لائے۔ چائے سے فارغ ہونے کے بعد دولتانہ صاحب نے مسجد دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ انہیں مسجد دکھائی گئی۔ محمود ہال میں جلسہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ ہال احمدی احباب سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد خاکسار نے استقبالیہ پڑھا۔ پھر دولتانہ صاحب نے اپنی تقریر کا آغاز ان الفاظ سے کیا کہ میں آج تجدید وفا کے لئے آیا ہوں اور پھر جو واقعات انہوں نے مجھ سے ملاقات میں بیان فرمائے تھے، وہ دہرائے۔ اس کے بعد انہوں نے پاکستانی سیاست پر عمومی تبصرہ کیا اور آخر میں کہا کہ میرے دروازے آپ لوگوں کیلئے ہر وقت کھلے ہوں گے۔ آپ کو کوئی بھی مشکل آئے تو میرے پاس آئیں۔ آپ مجھے ایک اچھا دوست اور خیر خواہ پائیں گے۔

مقامی انگریزی اخبارات کے علاوہ اخبار 'جنگ' لندن نے بھی اس تقریب کی کارروائی اور تصاویر شائع کیں۔

دولتانہ صاحب سے ملنے کیلئے میں اکثر پاکستان ہائی کمیشن جاتا تھا۔ ان دنوں جناب ہدایت اللہ صاحب بنگوی سیکنڈ سیکرٹری تھے۔ آپ مخلص احمدی تھے اور ایک لمبے عرصہ سے پاکستان کی فارن سروس میں تھے۔ آپ بھی اکثر شریک محفل ہوجایا کرتے تھے۔

کچھ عرصہ بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دورۂ انگلستان کا پروگرام بنا تو خاکسار نے دولتانہ صاحب کو اس دورہ کی اطلاع دی۔ دولتانہ صاحب نے اصرار کیا کہ انہیں بھی حضورؒ کے اعزاز میں ایک دعوت طعام دینے کا موقع عطا کیا جائے۔ حضورؒ کی تشریف آوری پر میں نے حضورؒ کی خدمت میں دولتانہ صاحب کی درخواست پیش کی تو حضورؒ نے خوشی کے ساتھ منظور فرمائی۔

دولتانہ صاحب نے اپنے گھر پر وسیع پیمانے پر اس دعوت کا انتظام کیا۔ پاکستان ہائی کمیشن کے افسران کے علاوہ اس دعوت میں حضورؒ کے ساتھ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ اور خاکسار نے بھی شرکت کی۔ خواتین کیلئے پردہ کی مناسبت سے الگ انتظام تھا۔ حضرت بیگم صاحبہ، خاکسار کی اہلیہ اور مسز ڈاکٹر سلام

صاحبہ بھی اس دعوت میں شریک ہوئیں۔

1974ء میں جب پاکستان میں مجلس ختم نبوت کے علماء نے جماعت کے خلاف شورش برپا کی تو ان دنوں میاں دولتانہ صاحب لندن میں پاکستانی سفیر تھے۔ انہیں اس شورش پر بڑی تشویش تھی اور متعدد مرتبہ مجھ سے حالات پوچھتے تھے۔ ایک ملاقات میں انہوں نے کہا کہ پاکستان کی کتنی بڑی بدقسمتی ہے کہ ملک میں ایک امن پسند جماعت کو یوں ستایا جا رہا ہے اور اس بات پر افسوس کا اظہار بھی کیا کہ بطور سفیر وہ ایک ایسی حکومت کی نمائندگی بھی کر رہے ہیں جو ایک ایسی جماعت یعنی مجلس ختم نبوت کی مدد کر رہی ہے جو پاکستان میں فسادات برپا کرنا چاہتی ہے۔

دولتانہ صاحب کو مَیں نے ایک خلیق اور منکسر المزاج شخص پایا۔ باوجود ایک انتہائی دولت مند جاگیردار خاندان میں پیدا ہونے کے اور پنجاب کے وزارت علیا پر فائز رہنے کے بھی، وہ ملنے ملانے میں کھلے دل کے مالک تھے۔ مجھ سے ہمیشہ پنجابی میں بات کرتے تھے۔ میں کبھی ہنس کر کہہ دیتا کہ میں پٹھان ہوں اور پنجابی زبان زیادہ نہیں جانتا۔ کیونکہ وہ ہمیشہ پنجابی زبان میں ہی گفتگو کرتے تھے۔

☆ خان عبدالقیوم خان وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد، پاکستان کی تاریخ کے ایک اہم کردار رہے ہیں۔ پارٹیشن سے قبل یہ آل انڈیا کانگریس پارٹی کے ڈپٹی لیڈر تھے۔ پاکستان بننے کے بعد صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ منتخب ہوگئے اور کئی سال تک انہوں نے صوبہ سرحد میں آہنی گرفت کے ساتھ بڑے دبدبے کے ساتھ حکومت کی اور صوبہ سرحد میں انقلابی اصلاحات کیں اور صوبہ کو ترقی کی راہ پر گامزن کر دیا۔ بعد میں انہیں مرکزی حکومت میں وزارت صنعت وتجارت دی گئی۔ اور بھی کئی وزارتوں کا چارج ان کے پاس رہا۔ ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں انہیں وزیر داخلہ مقرر کیا گیا۔ آپ ایک شعلہ بیان مقرر تھے۔ پشتو، اردو اور انگریزی تینوں زبانوں میں روانی سے تقریر کرتے تھے۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے کئی مرتبہ مجھ سے ان کی اعلیٰ انگریزی دانی کی تعریف کی تھی۔

1953ء میں جب احمدیوں کے خلاف شورش برپا ہوئی اور پنجاب اس کی زد میں آیا تو خان صاحب نے صوبہ سرحد میں اعلیٰ حکمت عملی اور مضبوط گرفت کے ساتھ کسی قسم کا فساد نہ ہونے دیا اور صوبہ سرحد باوجود بعض نامی فسادی علماء کا مرکز ہونے کے فساد اور شورش سے محفوظ رہا اور کسی احمدی کی جان و مال کو نقصان نہیں پہنچا۔ 1967ء میں لندن کے اردو اخبارات میں جناب عبدالقیوم خان صاحب کی لندن تشریف آوری کی خبر شائع ہوئی۔ میں نے خبر پڑھتے ہی پاکستان ہائی کمیشن سے خان صاحب کا لندن میں فون نمبر حاصل کیا اور انہیں فون کیا۔ اپنا تعارف بطور امام مسجد کرایا نیز انہیں یہ بھی بتایا کہ میں خان شمین جان سابق وزیر تعلیم صوبہ سرحد کا بھتیجا ہوں جو مسلم لیگ حکومت میں چار سال وزارت کے عہدہ پر فائز رہنے کے علاوہ صوبہ سرحد کے مشہور لیڈر تھے۔ عبدالقیوم خان صاحب نے میرے انہیں اس طرح فون کرنے اور خوش آمدید کہنے پر بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ میں نے ان سے ملاقات کی درخواست کی تو فرمانے لگے کہ جب چاہو چلے آؤ۔

اگلے دن میں ان کی ملاقات کیلئے حاضر ہوا۔ بڑے تپاک اور محبت سے ملے۔ اس کے بعد لمبی گفتگو ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے:

خان صاحب نے فرمایا کہ میں آپ کی جماعت کا مداح ہوں اور بالخصوص آپ کے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ سے بے حد متأثر ہوں۔ ہندوستان کے عظیم سیاسی میدان میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ 1924ء میں مَیں لندن میں طالب علم تھا۔ ایک دن اخبارات میں خبر شائع ہوئی کہ مرزا صاحب انگلستان کے دورہ پر تشریف لا رہے ہیں تو میں نے فوراً آپ کی جماعت سے رابطہ کیا۔ مجھے بتایا گیا کہ وہ فلاں تاریخ کو پہنچیں گے۔ چنانچہ اس تاریخ کو میں چند ہندوستانی طلباء کو ساتھ لے کر وکٹوریہ اسٹیشن پہنچا جہاں ان کی ٹرین نے آنا تھا۔ وہاں مسجد فضل کے امام اور انگلستان کے دوسرے احمدی عمائدین موجود تھے۔ نیز بہت سے انگریز معززین بھی استقبال کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ہم بھی استقبالیہ وفد کے ساتھ جا کر کھڑے ہوگئے۔ ٹرین پلیٹ فارم پر آ کر رکی۔ جب مرزا صاحب ڈبے سے باہر آئے تو میں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ ہندوستانی طلباء نے اللہ اکبر کے ساتھ میرے نعرہ کا جواب دیا اور وکٹوریہ اسٹیشن نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھا۔ بعد میں خاکسار ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرزا صاحب نے میرے حالات دریافت کرنے کے بعد مجھے بیش قیمت نصائح سے نوازا۔ اُن دنوں آپؓ کی شہرت ہندوستان بھر میں ایک سیاسی مفکر کی بھی تھی اور ہم ہندوستانی طلباء انہیں بطور مذہبی رہنما ہی نہیں بلکہ ایک عظیم سیاسی مفکر اور لیڈر کے بھی دیکھتے تھے۔

خان صاحب نے فرمایا کہ 1953ء میں جب پورا پنجاب آپ کی جماعت کے خلاف فسادات کی لپیٹ میں آ گیا تھا تو میں ان دنوں صوبہ سرحد کا وزیر اعلیٰ تھا۔ میں مجلس احرار کی خلاف پاکستان سرگرمیوں سے خوب واقف تھا اور یہ جانتا تھا کہ یہ ساری شورش درحقیقت سیاسی ہے اور اسے مذہب کا لبادہ محض سیاسی مقاصد کے حصول کیلئے پہنایا گیا ہے۔ میں نے فیصلہ کیا کہ خواہ کچھ بھی ہو میں نے صوبہ سرحد کے احمدیوں کی جان و مال کی حفاظت کرنی ہے اور صوبہ سرحد میں کسی قسم کے شورش کے برپا ہونے کو آہنی ہاتھ سے روکنا ہے۔ چنانچہ میں نے صوبہ سرحد کے طول و عرض میں جلسے منعقد کر کے تقاریر میں ملاؤں کو وارننگ دی کہ اگر صوبہ سرحد میں کسی نے بھی قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کی تو اس سے سختی سے نپٹا جائے گا۔ میں نے بعض اخبارات کا داخلہ صوبہ سرحد میں بند کر دیا جو پنجاب سے شائع ہوتے تھے اور ملاؤں کا ساتھ دے رہے تھے اور جن ملاؤں سے شورش کا خطرہ تھا انہیں نظر بند کر دیا۔ انہی دنوں صوبہ سرحد کی جماعت احمدیہ کے امیر قاضی محمد یوسف صاحب ایک وفد لے کر میرے پاس آئے۔ میں نے انہیں یقین دلایا کہ صوبہ میں ہر احمدی کی جان و مال کی حفاظت کرنا میرا فرض ہے اس لیے وہ بےفکر ہو جائیں۔

خان صاحب سے یہ تفصیل سن کر میں نے ان کا دلی شکریہ ادا کیا اور عرض کیا کہ میں اس ملاقات کا تفصیلی حال حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو بھجوا دوں گا۔

خان صاحب نے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کو بھی خراج عقیدت وتحسین پیش کیا اور فرمایا کہ سیاست کے میدان میں حضرت چوہدری صاحبؓ میرے رول ماڈل ہیں۔ میں نے ان جیسا دیانت دار، بااصول اور خوددار سیاست دان نہیں دیکھا۔ وہ قائداعظم کے بعد پاکستان کے سب سے بڑے لیڈر تھے لیکن افسوس کہ ہماری قوم نے اُن کی قدر نہیں کی۔

میں نے جناب خان صاحب کو مسجد تشریف لانے کی دعوت جو انہوں نے بخوشی قبول کی لیکن اگلے دن اچانک انہیں پاکستان واپس جانا پڑا۔ فون پر انہوں نے بہت معذرت کی۔

(باقی آئندہ شمارہ میں)

قبولِ احمدیت کا ایک ایمان افروز واقعہ

(مدثر احمد نقاشؔ۔ فِن لینڈ)

خاکسار کے والد محترم قریشی محمد اسلم صاحب مرحوم (ریٹائرڈ لفٹیننٹ) کی ذاتی ڈائری کا ایک صفحہ ہدیۂ قارئین ہے:

ہمارے خاندان (قریشی قبیلہ) کا تعلق کشمیر کے علاقہ کنوئیاں (پونچھ) سے ہے۔ حضرت مولوی محمد حسین صاحبؓ (سبز پگڑی والے) کی خدمت میں 1979ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر مَیں حاضر ہوا تو آپؓ نے بتایا کہ پونچھ کے کافی لوگ 29-1928ء میں احمدیت قبول کر چکے تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت پر مَیں 1933ء میں حضرت مولانا سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ کے ہمراہ پونچھ پہنچا۔ چند مہینوں میں بے انتہا کوشش کر کے بہت سے غیر مبائعین کو نظام جماعت سے وابستہ کرنے میں ہم کامیاب ہو گئے اور پونچھ شہر میں جماعت قائم ہو گئی۔ پھر ہم واپس قادیان چلے گئے اور چند ماہ کے بعد حضورؓ نے مجھے مبلغ بنا کر پونچھ میں تعینات کر دیا اور میری رہائش اپنی فیملی کے ساتھ مکرم میاں کرم الٰہی صاحب کے گھر میں مستقل ہو گئی۔ یہ مقام پونچھ شہر سے ملحق اور کنوئیاں کے لئے سیڑھی کا کام دیتا تھا۔ دوسرے افراد کے ساتھ جاگیردار فیملی کے منشی فیروز الدین تھانیدار اور ان کے دیگر بھائی اور کنبہ کے دیگر افراد بھی احمدی ہو چکے تھے۔ چند روزہ محنت رنگ لائی اور کنوئیاں کے تمام کے تمام لوگ نظام خلافت سے پختہ عہد کے ساتھ وابستہ ہو گئے۔ ان کے علاوہ درہ سلواہ اور منگناڑ کے بھی کئی افراد بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شامل ہو گئے۔

تبلیغ کا کام زور شور سے جاری تھا۔ ایک روز میاں کرم الٰہی صاحب نے بتایا کہ کنوئیاں کا سب سے زیادہ اثر و رسوخ والا ایک شخص سردار عباس علی خان جو یہاں کا نمبردار بھی ہے، اگر وہ احمدی ہو جائے تو کنوئیاں میں احمدیت پھیلنے کے بہت زیادہ چانس ہیں۔ خدا تعالیٰ کے بھی بڑے عجیب و غریب کام ہوتے ہیں۔ اُن ہی دنوں میں چند شکست خوردہ مولوی صاحبان جو بحث و مباحثے اور مناظروں کا میدان چھوڑ کر بھاگ چکے تھے وہ وفد لے کر سردار عباس علی خان نمبردار کے ہاں پہنچے اور کہنے لگے کہ مرزائیوں کا ایک مولوی میاں کرم الٰہی کے ہاں آجکل ٹھہرا ہوا ہے۔ اگر اس کے قدم جم گئے تو پھر کوئی کچھ نہ کر سکے گا کیونکہ اس نے آتے ہی دوسروں کے علاوہ آپ کے خاندان کی چند اہم شخصیات کو بھی اپنے قابو میں کر لیا ہے۔ اسی طرح کی اشتعال انگیز باتیں کر کے نمبردار کو خوب بھڑکانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس پر نمبردار نے مولویوں سے کہا اچھا میں کچھ سوچتا ہوں۔

چند روز بعد ایک دوپہر مَیں نمبردار صاحب کے گھر پہنچ گیا جو آدھ گھنٹہ کی مسافت پر تھا۔ وہ درختوں کے سائے میں بیٹھے کسی کام میں مصروف تھے۔ میں نے بلند آواز میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا۔ وہ کھڑے ہو گئے۔ علیک سلیک کے بعد میں نے پینے کے لئے پانی طلب کیا۔ نمبردار صاحب نے عزت و تکریم کے ساتھ بٹھایا اور اندرون خانہ تشریف لے گئے اور جلد ایک ہاتھ میں تکیہ اور دوسرے ہاتھ میں دودھ کا گلاس لے کر واپس آئے جو انہوں نے میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ میں نے آہستہ آہستہ دودھ پینا شروع کر دیا اور باتیں بھی شروع ہو گئیں جن کا موضوع ملکی حالات، مہنگائی اور برطانیہ کی فوج کی بھرتی تھی جو جلد ہی شروع ہونے والی تھی۔ نماز عصر کا وقت آ گیا تو چلتی بات کو ادھورا چھوڑ کر میں کھڑا ہو گیا تو نمبردار صاحب نے مزید بیٹھنے کے لئے کہا۔ میں نے نماز کی یاددہانی کروائی تو انہوں نے ادھر ہی نماز پڑھنے کی فرمائش کی تو میں نے وضو کے لئے پانی طلب کر لیا۔ مَیں بھی زیادہ وقت ان کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا۔ وہ پانی کا بھرا ہوا کوزہ مجھے تھما کر خود بھی وضو کرنے چلے گئے۔ وضو سے فارغ ہوئے تو پتھر کی ایک بہت بڑی سل پر دونوں کھڑے ہو گئے۔ مَیں نے نمبردار صاحب سے نماز پڑھانے کے لئے کہا تو انہوں نے میرے دائیں طرف کھڑے ہو کر تکبیر کہنی شروع کر دی۔ میں نماز پڑھانے لگا۔ نماز میں خاص کیفیت جو اکثر میرے دل پر نازل ہوا کرتی تھی کا نزول شروع ہو گیا۔ جب مَیں سجدے میں گیا تو خدا تعالیٰ سے عرض کی کہ اے دلوں کو پھیرنے والے زندہ خدا! اور مسیح موعود کے پیارے خدا! میں نے تیرے نام کی بڑائی کے ساتھ (اللہ اکبر کہہ کر) اس انسان کا سر تیرے حضور جھکا دیا ہے اور جب تک میں دوبارہ اللہ اکبر نہیں کہوں گا یہ سر نہیں اٹھا سکتا۔ اے میرے پیارے خدا! اس کا دل پھیر دے اور اس کے اثر و رسوخ اور رعب و دبدبے کو میرے حق میں کر دے۔ اس شخص کو سنبھالنا، نیکی کی طرف لانا تیرا ہی کام ہے۔ اس طرح کی اَور بھی بہت ساری التجائیں اور دعائیں جو رقت آمیز اور آنسوؤں سے لبریز تھیں، مَیں نے کیں اور خدا تعالیٰ سے مزید نصرت و کامیابی مانگی اور نماز کو ختم کیا۔ مجھے محسوس ہوا کہ نمبردار صاحب کی آواز میں بھی لرزش تھی اور آنکھوں میں نمی۔ بے ساختہ کہنے لگے کہ مولوی صاحب نمازیں تو بہت پڑھی ہیں اور عرصہ سے پڑھتا بھی آیا ہوں مگر جو مزہ اور سرور آج کی اس نماز میں آیا ہے وہ اس سے قبل کبھی محسوس نہیں ہوا۔ میرا دل کہتا ہے کہ میری یہ نماز ہِٹ (Hit) ہو گئی ہے۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ آپ کون ہیں، کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جانا ہے مگر میں آپ کا تہ دل سے ممنون ہوں کہ آج آپ نے مجھے نماز پڑھنے کا ڈھنگ سکھا دیا ہے۔

اُن دنوں چائے کا رواج بالکل نہیں تھا۔ نمبردار صاحب دوبارہ اپنے گھر کے اندر گئے اور گرم دودھ کا ایک اور گلاس لا کر مجھے پلایا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں واپسی کے لئے تیار ہوا تو نمبردار صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ مولوی صاحب! آپ کا ٹھکانا کہاں ہے۔ مَیں نے انہیں بتایا کہ آجکل میں میاں کرم الٰہی صاحب کے ہاں ٹھہرا ہوا ہوں تو وہ یک لخت خاموش ہو گئے اور وقفے کے بعد کہا کہ مولوی صاحب ملتے رہا کریں۔ مَیں دوبارہ آنے اور ملنے کا وعدہ کر کے چلا آیا۔ تین چار دنوں کے بعد مَیں پھر نمبردار صاحب کے پاس جا پہنچا۔ نمبردار صاحب گھر پر موجود تھے۔ بڑی خندہ پیشانی سے میرا استقبال کیا۔ حسب عادت دودھ پانی پلایا اور باتیں کرتے رہے۔ آج مذہبی اور اسلامی شعائر کی باتیں ہوئیں۔ عصر کی نماز کے لئے پانی برائے وضو مہیا کر دیا۔ آج بھی نماز کی

امامت میں نے ہی کی۔ بعداز نماز سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوگیا۔آج میں نے حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ پر روشنی ڈالی۔ان کے سوالوں کے جواب دیے۔ پھر دو تین ماہ تک یہ سلسلہ بڑے زور شور سے چلتا رہا۔وہ میاں کرم الٰہی کے ہاں بھی گاہے بگاہے آنے لگے۔کبھی کبھار نماز میں بھی ساتھ دیتے۔

ان ہی دنوں نمبردار صاحب کے ہاں اُن کا قرابت دار ایک مہمان آیا جو علیگڑھ سے عربی میں ایم اے کر چکا تھا۔نام سردار محمد شیر تھا،خوبصورت نوجوان تھا۔عربی دانی پر اسے گھمنڈ تھا۔سکول میں ماسٹر اور پھر ہیڈ ماسٹر لگ گیا۔

سردار محمد شیر نوجوان اور جوشیلا تھا۔ابتدا میں سوال و جواب ہوتے رہے۔پھر ایک روز وہاں چند آدمی بھی موجود تھے تو وہ میرے منطقی جوابات سے کچھ بوکھلا گئے اور اچانک عربی میں گفتگو شروع کر دی۔ماسٹر صاحب کو شاید عربی دانی پر کچھ ناز بھی تھا اور ان کے خیال میں مَیں عربی سے نابلد تھا مگر میں نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جب عربی میں بات چیت شروع کر دی تو ماسٹر صاحب نروس سے ہوگئے۔تب محفل میں دلائل اور گفتگو سے اپنی ہار محسوس کرتے ہوئے وہ طیش میں آگیا اور گالیوں پر اتر آیا۔اُس کے توہین آمیز رویہ کو نمبردار صاحب نے برداشت نہ کیا اور اُس کو کافی بے عزتی کر کے محفل سے نکال باہر کیا۔پھر اس کی گستاخی کی بڑے کھلے دل کے ساتھ مجھ سے معذرت کی اور کہا کہ میں سمجھتا تھا کہ ماسٹر محمد شیر اپنی اعلیٰ تعلیم کی بدولت دلائل کے ساتھ آپ کو چپ کروائے گا مگر مجھے افسوس ہے کہ وہ اپنی ہار برداشت نہ کرسکا اور اوچھے طریقوں پر اتر آیا اور ساتھ میں برملا یہ بھی کہہ گئے کہ مولوی صاحب مجھے تھوڑی تھوڑی سچائی کی جھلک آپ کی طرف سے آرہی ہے مگر میں کسی بھی قیمت پر اپنا مذہب تبدیل نہیں کروں گا۔مَیں جلد آپ کے سامنے کسی بڑے عالم دین کو لا کھڑا کروں گا۔نمبردار صاحب کا یہ چیلنج میں نے قبول کر لیا مگر نمبردار صاحب کو بہت بڑا عالم دین مل ہی نہ سکا۔

ماسٹر سردار محمد شیر کے والد مینڈّر کے نمبردار سردار سخی ولایت تھے۔محمد شیر ابتدائی تعلیم کے لئے منشی فیروز الدین تھانیدار کے ہاں پونچھ میں مقیم رہا۔تب تک منشی صاحب احمدی نہیں ہوئے تھے۔دوران تعلیم سردار سخی ولایت نے منشی صاحب سے ان کی بیٹی کا رشتہ طلب کیا۔رشتہ کی بات پکی ہوگئی لیکن قرار پایا کہ محمد شیر کی تعلیم مکمل ہونے کے بعد شادی ہوگی۔مزید تعلیم علیگڑھ سے حاصل کر کے جب محمد شیر واپس آیا تو اسی دوران منشی موصوف احمدی ہو گئے تھے۔جب رشتے کی بات پھر اُٹھی تو انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں تمام بات لکھ دی۔حضورؓ نے شادی کی اجازت نہ دی۔مگر منشی صاحب نے اپنی چند مجبوریوں کی وجہ سے اپنی لڑکی کی شادی پھر بھی محمد شیر سے کر دی۔مَیں نے (یعنی مولوی محمد حسین صاحبؓ نے) تھانیدار فیروزالدین صاحب سے یہ کہا کہ منشی صاحب کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ کی بچی پھلے پھولے گی؟ بہرحال بہت سارے احمدی گھرانے شادی میں شریک نہ ہوئے۔پھر شادی کے پانچ چھ ماہ کے اندر ہی وہ لڑکی فوت ہوگئی۔ بعدازاں ماسٹر محمد شیر نے دوسری شادی کی جس سے ایک لڑکا حارث پیدا ہوا لیکن موصوف ماسٹر 35،36 سال کی عمر میں فوت ہوگیا اور یہ کہانی انجام کو پہنچی۔

اب دوبارہ نمبردار صاحب کی طرف آتا ہوں جن سے محمد شیر والے واقعہ کے بعد ہفتہ بھر ملاقات نہ ہوسکی۔پھر ایک روز وہ بازار میں مل گئے۔علیک سلیک کے بعد دوسرے روز مجھ سے گھر آنے کا وعدہ لے لیا۔میں مقررہ وقت پر اُن کے ہاں پہنچ گیا۔باتیں ہوتی رہیں،قرآن پاک کھلتے رہے اور پھر عصر کے وقت انہوں نے کہا کہ مولوی صاحب آج رات کا کھانا کھا کر جائیں۔مَیں نے کہا کہ جہاں میں رہتا ہوں وہاں اطلاع بھجوا دیں تا کہ وہ انتظار نہ کرتے رہیں۔نمبردار صاحب نے بڑے بیٹے مکرم محمد حسین کو میاں کرم الٰہی صاحب کے ہاں اطلاع دینے کے لئے بھجوا دیا۔سوال و جواب کی محفل جاری رہی۔بعداز طعام جب واپس گھر جانے کے لئے تیار ہوا تو الوداع کرتے وقت نمبردار صاحب نے اچانک پوچھا: مولوی صاحب! کیا آپ قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر اپنے ربّ دو جہان کی قسم کھانے کے لئے تیار ہیں کہ مرزا صاحب قادیان والے اپنے دعویٰ میں منجانب اللہ ہیں اور امام مہدی اور مسیح موعود ہیں۔برجستہ مَیں نے جواب دیا کہ ہاں اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جانتے ہوئے،قرآن پاک کو اٹھا کر قسم کھانے کو تیار ہوں کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعووں میں بالکل سچے ہیں۔

پھر نمبردار صاحب نے مجھے آئندہ جمعۃ المبارک کے روز بعداز نماز جمعہ لوگوں کے مجمع میں اعلانیہ قسم کھانے کو کہا۔مَیں نے قبول کر لیا۔بعد میں انہوں نے مزید شرائط بھی عائد کر دیں کہ کمر تک پانی (ڈاب) میں کھڑا ہو کر قسم اٹھانی ہوگی اور قسم تین بار دوہرائی جائے گی اور اس کے بعد وہ آٹھ دن تک انتظار کریں گے اور اس دوران اگر مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچتا تو وہ احمدی ہونے کا فیصلہ کریں گے۔مَیں اس پر بھی راضی ہوگیا۔جمعہ کے دن تک یہ بات ہر طرف پھیل گئی۔

مقررہ دن مَیں حسب وعدہ باوضو ہو کر مقررہ جگہ پر پہنچ گیا۔تیس چالیس افراد موجود تھے جن میں چند سنجیدہ اور زیادہ تماش بین تھے۔قرآن پاک کے دو تین نسخے لائے گئے۔نمبردار صاحب نے اونچی آواز میں مجھ سے پوچھا کہ مولوی صاحب! آپ تیار ہیں۔مَیں نے اونچی آواز میں کلمہ شہادت پڑھا اور اپنی رضامندی کی حامی بھری۔انہوں نے قرآن پاک کا ایک نسخہ میرے ہاتھ میں تھمایا۔سورۃ یٰسین کھول کر مجھے دکھائی اور کہا کہ مولوی صاحب! اونچی آواز میں تلاوت کرتے ہوئے پانی کی ڈاب میں اتر جائیں اور ناف تک پانی میں کھڑے ہو کر تین بار قسم اٹھائیں کہ مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں سچے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے مُرسَل ہیں اور آخر میں یہ دعا بھی کہ اللہ تعالیٰ اپنے تمام فضلوں اور رحمتوں کے ساتھ واضح فیصلہ فرما دے۔پھر انہوں نے لوگوں کو کہا کہ قسم اٹھانے سے جو بھی نقصان ہوا اور جس کی معیاد آٹھ دن ہے وہ منجانب اللہ تصور ہوگا۔

اُن کے حسب منشا تمام شرائط کے ساتھ مَیں نے قسم پوری کر دی۔ سردی کا موسم تھا اور پانی سخت ٹھنڈا اور یخ تھا۔جب پانی میں داخل ہوا تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں نمونیا نہ ہو جائے۔مَیں نے دل ہی دل میں ڈھیر ساری دعائیں کیں اور پانی میں آگے کی جانب بڑھتا رہا اور جب مقررہ جگہ پہنچا جہاں پانی کی سطح چھاتی کے نچلے حصے کو چھو رہی تھی تو مجھے پانی میں حرارت محسوس ہونے لگی جیسے چشمے کا پانی ہو تو میرا یقین اَور کامل ہوگیا۔میں نے اونچی آواز میں قسم کے الفاظ تین مرتبہ آرام و سکون سے دوہرائے اور حلف کے بعد بعض ایسے الفاظ دوہرائے کہ مجمع میں مکمل خاموشی طاری ہوگئی۔پھر چند منٹ تک انتظار کیا اور واپس باہر آنے کی اجازت چاہی۔نمبردار صاحب کے اشارہ کرنے پر باہر نکلا۔میں نے محسوس کیا کہ نمبردار صاحب کے ساتھ چند اور شریف النفس آدمی بھی رو رہے تھے۔مَیں نے چادر سے بدن خشک کیا اور کپڑے پہن کر اونچی آواز کے ساتھ السلام علیکم کہہ کر واپس اپنی

قیامگاہ کی جانب چل پڑا۔ کسی نے نہ تو مجھے روکا اور نہ ہی کوئی آواز آئی۔ ماحول پر عجیب سا رعب اور اداسی چھائی ہوئی تھی۔

اگلی صبح جب میں نماز تہجد سے فارغ ہوا تو کسی نے زور سے دروازہ پر دستک دی۔ معلوم ہوا کہ نمبردار صاحب آئے ہیں۔ تھوڑی سی حیرانگی بھی ہوئی کہ خدا خیر کرے۔ وہ السلام علیکم کہتے ہوئے اندر داخل ہوئے اور کہا کہ مولوی صاحب جلد بیعت فارم پُر کریں، مَیں احمدی ہو چکا ہوں۔ ہم سب نے نمبردار صاحب کو مبارکباد دی۔ پھر نمبردار صاحب کے اصرار پر بیعت فارم پُر کیا گیا۔ انہوں نے دستخط کردیے اور نماز فجر میں شامل ہوئے۔ مَیں قادیان سے چائے کی پتّی ہمراہ لایا تھا۔ چائے بنائی گئی اور نمبردار صاحب سے پوچھا کہ آپ نے تو آٹھ دنوں کا وعدہ لیا تھا تو پھر اچانک ہی یہ آج کیا ہوگیا؟ انہوں نے جواباً کہا کہ میں نے آج ہی ایک نشان دیکھ لیا ہے۔ ہم زمیندار لوگ ہیں۔ ہمارے گھریلو جانور گائے، بھینس، بیل، گھوڑے وغیرہ ہم لوگوں کو اولاد کی طرح پیارے ہوتے ہیں۔ مَیں نے شوقیہ ایک جوڑی بیل کی پال رکھی ہے۔ مجھے اُن سے اُنس و پیار ہے اور سچ مانیے اُنہیں بھی ویسا ہی اُنس و پیار مجھ سے ہے۔ کل آپ کے جانے کے بعد مَیں گھر گیا تو مَیں اندر سے افسردہ اور خوفزدہ تھا۔ نماز وغیرہ سے فارغ ہوکر سونے کے لئے لیٹنے سے قبل حسب دستور مویشیوں کے باڑے میں چارہ وغیرہ دیکھنے گیا۔ بے شک ہمارا نوکر بھی بڑا محنتی ہے پھر بھی مجھے تسلی نہیں ہوتی۔ میں نے دیکھا کہ دونوں بیل گھاس نہیں کھا رہے تھے۔ ایک بیل کے جسم کے بال کھڑے کھڑے نظر آئے۔ دوسرا بھی بے سُدھ سا کھڑا تھا۔ جب مویشیوں کی ظاہر حالت ایسی ہو تو اسے ٹاٹو کہتے ہیں یعنی مویشیوں کا نمونیا۔ میں نے تازہ گھاس کی ایک مقدار اُن کے سامنے ڈالی مگر دونوں بیل ٹس سے مس نہ ہوئے۔ اس پر مجھے فوراً آپ یاد آ گئے اور آپ کی دی ہوئی قسم اور اپنی نادانی اور زیادتی کہ مجھے یہ حق کس نے دیا کہ میں دوسروں سے حلف لیتا پھروں۔ میں نے اُسی لمحہ خدا تعالیٰ کو پکارا اور گواہی دی کہ حضرت مرزا صاحب سچے ہیں اور میں اسی وقت اُن کی بیعت میں آتا ہوں اور صبح سویرے اعلان کرکے بیعت فارم پُر کردوں گا، خدا! میرے بیلوں کی جوڑی کو سلامت رکھنا۔

بستر پر آ کر لیٹ گیا مگر کہاں کی نیند اور کہاں کا آرام۔ قریباً دواڑھائی گھنٹہ کے وقفہ کے بعد دوبارہ باڑے میں گیا تو عجیب نظارہ دیکھنے کو ملا۔ بیلوں کی جوڑی نے گھاس کھالیا تھا اور بڑے آرام کے ساتھ بیٹھے جگالی کررہے تھے۔ خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور جو ظلم حلف والا دانستہ یا نادانستہ سرزد ہوچکا تھا اس کی معافی بھی خدا تعالیٰ سے مانگی۔ احمدی تو رات کے پچھلے پہر ہی ہو چکا تھا۔ لہٰذا اب بیعت فارم کے پُر کرنے اور اعلان قبولیت کی خاطر چل دیا۔ راستے میں قدیم قدرتی پانی کے چشمہ پر غسل کیا اور اذان فجر کے ساتھ یہاں پہنچ گیا۔ یہ 1935ء کا دسمبر تھا۔

نمبردار صاحب کے اہل خانہ بھی اپنی مرضی سے احمدیت میں داخل ہوگئے اور بے حد اصرار کرکے اُن کی چھوٹی بھابھی بھی بیعت کرکے جماعت میں شامل ہوگئیں اگرچہ اُن کے میاں (نمبردار صاحب کے بھائی) کو قریباً ڈیڑھ برس بعد بیعت کرنے کی توفیق ملی۔

بقیہ از صفحہ 10:

ازواج مطہّرات کی تعلیم و تربیت

ایک دفعہ حضرت اُمّ سلمہؓ کے گھر میں کچھ عورتیں اکیلی اکیلی نماز پڑھ رہی تھیں۔ آپؐ نے دیکھا تو اُمّ سلمہؓ کو فرمایا: جب زیادہ عورتیں ہوں تو ایک درمیان میں کھڑی ہوکر امامت کروالیا کرے۔

آنحضور ﷺ کی کوشش تھی کہ ازواج مطہرات باہمی محبت سے زندگی بسر کریں لیکن اگر طبعی جذبات کے ماتحت کوئی بیوی ایسا قدم اٹھاتی جس سے دوسری بیوی کی حق تلفی ہوتی یا جذبات کو ٹھیس پہنچتی تو حضور سختی سے اس کا نوٹس لیتے۔ حضرت عائشہؓ آپؐ کو بہت محبوب تھیں۔ ایک دفعہ انہوں نے حضرت صفیہؓ کو اپنی چھنگلی دکھا کر ان کے پستہ قد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ٹھگنی (چھوٹے قد والی) کا طعنہ دے دیا۔ آنحضرتؐ کو معلوم ہوا تو آپؐ نے بہت سرزنش کی اور فرمایا: یہ ایسا سخت کلمہ تم نے کہا کہ سمندر کے پانی میں اس کو ملا دیا جائے تو وہ کڑوا ہوجائے۔

ایک بار حضرت زینب بنت جحشؓ نے حضرت صفیہؓ کو یہودن کہہ دیا۔ اگرچہ ان کا نسب یہودا ابن یعقوب تک پہنچتا ہے مگر کہنے کا انداز ایسا تھا کہ حضورؐ دو تین ماہ تک اُن کے حجرہ میں نہ گئے۔ وہ غم سے نڈھال ہوکر مایوس ہوچکی تھیں اور سمجھتی تھیں کہ اب کبھی آنحضرتؐ کا چہرہ نہ دیکھ سکیں گی۔ حضرت زینبؓ نے توبہ کی تو آپؐ نے انہیں معاف فرمادیا۔

حضرت صفیہؓ کھانا پکانے کی ماہر تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کی باری کے دوران انہوں نے کھانا بھجوایا۔ حضرت عائشہؓ کو غیرت آئی تو کھانا لانے والی لونڈی کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کھانا گرا دیا اور برتن ٹوٹ گیا۔ حضرت عائشہؓ سے شدید محبت کے باوجود حضورؐ نے اس فعل پر اظہار ناپسندیدگی فرمایا۔ آپؐ نے اپنے ہاتھوں سے برتن کے ٹکڑے اکٹھے کرکے جوڑے اور پھر حضرت عائشہؓ سے اس کے ساتھ کا برتن منگوایا۔ حضورؐ نے ٹوٹا ہوا برتن حضرت عائشہؓ کے سپرد کردیا اور صحیح سالم برتن حضرت صفیہؓ کو بھجوادیا۔

آنحضرت ﷺ کے تعدد ازدواج میں ایک حکمت امّت کی تربیت بھی تھی۔ خصوصاً عورتوں سے متعلق مسائل میں وہ رسول اللہؐ اور امّت کے درمیان ایک عملی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے متعلق فرمایا: آدھا دین عائشہ سے سیکھو۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد 48 سال تک زندہ رہیں۔

حضرت حفصہؓ، حضرت اُمّ حبیبہؓ، حضرت صفیہؓ، حضرت میمونہؓ، حضرت جویریہؓ اور حضرت اُمّ سلمہؓ نے بھی خلافت راشدہ کے بعد تک عمر پائی۔

ایک بار حضرت جبریل نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: خدیجہ سے ربّ کائنات کا اور میرا اسلام کہہ دیجئے اور ان کو ایک ایوان جنت کی بشارت دیں جو خالص مروارید سے بنا ہے جس کے اندر کوئی رنج و الم نہیں۔ ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: یہ جبریل ہیں اور تمہیں سلام کہتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا میرا سلام بھی ان تک پہنچادیں۔ حضرت حفصہؓ کے متعلق جبریل نے فرمایا: ''وہ روزے رکھنے والی، بہت نمازیں پڑھنے والی اور جنت میں بھی آپ کی زوجہ ہے۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

''سب سے حسین معاشرہ کی جنت جو نازل ہوئی وہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے زمانہ میں نازل ہوئی۔ آپ نے بہترین اسوہ ہر آنے والی نسل کے لئے پیچھے چھوڑا ...... آج مغربی قوموں کا امن بھی اٹھ چکا ہے اور مشرقی قوموں کا امن بھی اٹھ چکا ہے۔ آج نہ روس عائلی جنت کی ضمانت دے سکتا ہے اور نہ امریکہ عائلی جنت کی ضمانت دے سکتا ہے اور وہ ایک ہی ہے اور صرف ایک ہی ہے یعنی ہمارا آقا حضرت محمد ﷺ جو آج معاشرہ کی جہنم کو جنت میں تبدیل کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔''